

سيرت امام على رضا عليه السلام مختصر

مومنین کے لئے خوشخبری

Whatsapp پر دینی معلومات جیسے کہ عقائد، اخلاقیات،

درس قرآن

فقہی مسائل، "خواتین کے مخصوص مسائل"

وظیفے، میمبرز کے فقہی سوالات، جو وہ الگ سے پوچھ سکتے ہیں

کلمات امیر المومنینؑ از نہج البلاغہ، احادیث معصومینؑ

ہر مناسبت کے حوالہ سے اعمال

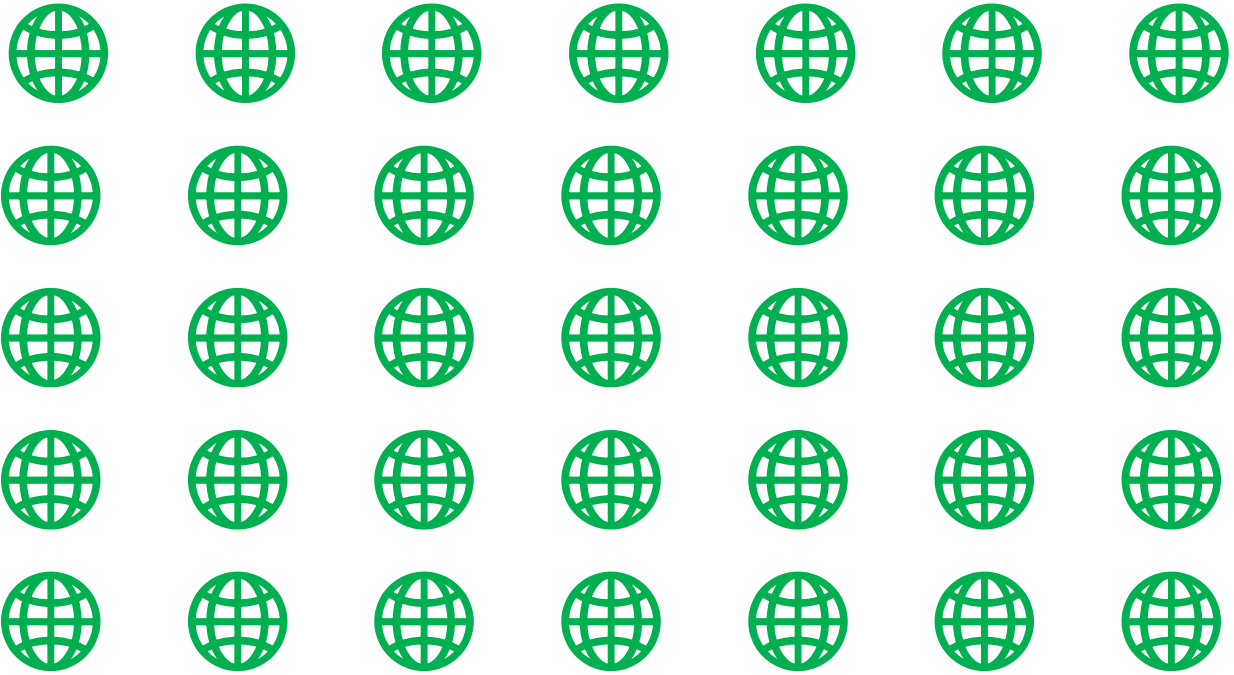
دعائیں اور دیگر دینی معلومات حاصل کرنے کے لئے قرآن و عترت

کے گروپ کو جوائن کریں۔

قرآن و عترت اکیڈمی کے گروپ میں شامل ہونے کے لئے ان

میں سے کسی ایک  پر کلک کریں۔

تمام گروپ میں مشترکہ نشریات بھیجی جاتی ہیں اسلئے ایک سے زائد
گروپ میں شامل نہ ہوں تاکہ دوسری بھی شامل ہو کر استفادہ کر
سکیں۔



قرآن و عمرت اکیڈمی کے دینی ویڈیوز **Youtube** پر دیکھنے

کے لئے ہمارے **Youtube channel** کو **Subscribe**

کریں



اسلامی گرافکس کے لئے **Instagram** پر **Follow** کریں



Instagram

اور ہماری **Facebook Page** کو **Like** کریں



فہرست

5 فہرست
8 حضرت امام علی رضا علیہ السلام
8 ولادت باسعادت
10 نام، کنیت، القاب
11 لقب رضا کی توجیہ
12 آپ کی تربیت
12 بادشاہان وقت
13 جانشینی
15 امام موسیٰ کاظم کی وفات اور امام رضا کے در امامت کا آغاز
16 ہارونی فوج اور خانہ امام رضا علیہ السلام
27 امام علی رضا کاج اور ہارون رشید عباسی
29 حضرت امام رضا علیہ السلام کا مجدد مذہب امامیہ ہونا
31 حضرت امام رضا علیہ السلام کے اخلاق و عادات اور شمائل و خصائل
38 حضرت امام رضا علیہ السلام کا علمی کمال
43 حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعض مرویات و ارشادات
48 حضرت امام رضا علیہ السلام اور مجلس شہداء کربلا
52 مامون رشید کی مجلس مشاورت
58 مامون کی طلبی سے قبل امام علیہ السلام کی روضہ رسول پر فریاد
59 امام رضا علیہ السلام کی مدینہ سے مرو میں طلبی
61 امام رضا علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی
68 حضرت امام رضا علیہ السلام کا نیشاپور میں ورود مسعود

75	شہر طوس میں آپ کا نزول و ورود
75	امام رضا کا دار الخلافہ مرو میں نزول
79	جلسہ ولیعہدی کا انعقاد
83	حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کا دشمنوں پر اثر
85	واقعہ حجاب
87	حضرت امام رضا علیہ السلام اور نماز عید
91	حضرت امام رضا کی مدح سرائی اور دعبیل خزاعی اور ابو نواس
97	مذاہب عالم کے علماء سے حضرت امام رضا کے علمی مناظرے
98	عالم نصاریٰ سے مناظرہ
102	عالم یہود سے مناظرہ
108	عالم مجوسی سے مناظرہ
109	آپ کی تصانیف
111	مامون رشید عباسی اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت
114	تاریخ شہادت
116	شہادت امام رضا کے موقع پر امام محمد تقی کا خراسان پہنچنا

یہ کتاب برقی شکل میں نشر ہوئی ہے اور شبکہ
الامامین الحسینین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی
نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

حضرت امام علی رضا علیہ السلام

ولادت باسعادت

علماء و مورخین کا بیان ہے کہ آپ بتاریخ ۱۱/ذی قعدہ ۱۵۳ھ یوم پنجشنبہ بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے ہیں (اعلام الوری ص ۱۸۲، جلاء الیعون ص ۲۸۰، روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۳، انوار النعمانیہ

ص ۱۲۷)

آپ کی ولادت کے متعلق علامہ مجلسی اور علامہ

محمد پارسا تحریر فرماتے ہیں کہ جناب ام البنین کا کہنا ہے کہ جب تک امام علی رضا علیہ السلام میرے بطن میں رہے مجھے گل کی گرائی مطلقاً محسوس نہیں ہوئی، میں اکثر خواب میں تسبیح و تہلیل اور تمہید کی آوازیں سنا کرتی تھی جب امام رضا علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ نے زمین پر تشریف لاتے ہی اپنے دونوں ہاتھ

زمین پر ٹیک دئے اور اپنا فرق مبارک آسمان کی طرف بلند کر دیا
 آپ کے لبہائے مبارک جنبش کرنے لگے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ
 جیسے آپ خدا سے کچھ باتیں کر رہے ہیں، اسی اثناء میں امام
 موسیٰ کاظم علیہ السلام تشریف لائے اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ
 تمہیں خداوند عالم کی یہ عنایت و کرامت مبارک ہو، پھر میں نے
 مولود مسعود کو آپ کی آغوش میں دیدیا آپ نے اس کے دانے
 کان میں اذان اور باتیں کان میں اقامت کہی اس کے بعد آپ
 نے ارشاد فرمایا کہ ”بگیر این را کہ بقیہ خداست در زمین حجت
 خداست بعد از من“ اسے لے لو یہ زمین پر خدا کی نشانی ہے
 اور میرے بعد حجت اللہ کے فرائض کا ذمہ دار ہے ابن بابویہ
 فرماتے ہیں کہ آپ دیگر آئمہ علیہم السلام کی طرح مختون
 اور ناف بریدہ متولد ہوئے تھے (فصل الخطاب و جلاء العیون ص

نام، کنیت، القاب

آپ کے والد ماجد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے لوح محفوظ کے مطابق اور تعیین رسول صلعم کے موافق آپ کو ”اسم علی“ سے موسوم فرمایا، آپ آل محمد، میں کے تیسرے ”علی“ ہیں (اعلام الوری ص ۲۲۵، مطالب السؤل ص ۲۸۲)۔

آپ کی کنیت ابوالحسن تھی اور آپ کے القاب

صابر، زکی، ولی، رضی، وصی تھے واشہرہا الرضاء اور مشہورترین لقب رضا تھا (نور الابصار ص ۱۲۸ و تذکرۃ خواص الایۃ ص ۱۹۸)۔

لقب رضا کی توجیہ

علامہ طبری تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کو رضا اس لیے کہتے ہیں کہ آسمان وزمین میں خدا و عالم، رسول اکرم اور آئمہ طاہرین، نیز تمام مخالفین و موافقین آپ سے راضی تھے (اعلام الوری ص ۱۸۲) علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ بزنطی نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے لوگوں کی افواہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ کے والد ماجد کو لقب رضا سے مامون رشید نے ملقب کیا تھا آپ نے فرمایا ہر گز نہیں یہ لقب خدا اور رسول کی خوشنودی کا جلوہ بردار ہے اور خاص بات یہ ہے کہ آپ سے موافق و مخالف دونوں راضی اور خوشنود تھے (جلاء العیون ص ۲۷۹، روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۲)۔

آپ کی تربیت

آپ کی نشوونما اور تربیت اپنے والد بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے زیر سایہ ہوئی اور اسی مقدس ماحول میں بچپن اور جوانی کی متعدد منزلیں طے ہوئیں اور ۳۰ برس کی عمر پوری ہوئی اگرچہ آخری چند سال اس مدت کے وہ تھے جب امام موسیٰ کاظم اعراق میں قید ظلم کی سختیاں برداشت کر رہے تھے مگر اس سے پہلے ۲۲ یا ۲۵ برس آپ کو برابر اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔

بادشاہان وقت

آپ نے اپنی زندگی کی پہلی منزل سے تابہ عہد وفات بہت سے بادشاہوں کے دور دیکھے آپ ۱۵۳ھ میں بہ عہد منصور دوانقی متولد ہوئے (تاریخ خمیس) ۱۵۸ھ میں مہدی عباسی ۱۶۹ھ میں

ہادی عباسی ۷۰ء میں ہارون رشید عباسی ۱۹۴ ہجری میں امین عباسی
۱۹۸ ہجری میں رشید عباسی علی الترتیب خلیفہ وقت ہوتے رہے
(ابن الورودی حبیب السیر ابو الفداء)۔

آپ نے ہر ایک کا دور بچشم خود دیکھا اور آپ
پدر بزرگوار نیز دیگر اولاد علی وفاطمہ کے ساتھ جو کچھ
ہوتا رہا، اسے آپ ملاحظہ فرماتے رہے یہاں تک کہ ۲۳۰ھ میں
آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپ کو زہر دے
کر شہید کر دیا گیا۔

جانشینی

آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
کو معلوم تھا کہ حکومت وقت جس کی باگ ڈور اس وقت ہارون
رشید عباسی کے ہاتھوں میں تھی آپ کو آزادی کی سانس نہ لینے

دے گی اور ایسے حالات پیش آجائیں گے کہ آب کی عمر کے آخری حصہ میں اور دنیا کو چھوڑنے کے موقع پر دوستان اہلبیت کا آپ سے ملنا یا بعد کے لیے راہنما کا دریافت کرنا غیر ممکن ہو جائے گا اس لیے آپ نے انہیں ازادی کے دنوں اور سکون کے اوقات میں جب کہ آپ مدینہ میں تھے پیروان اہلبیت کو اپنے بعد ہونے والے امام سے روشناس کرانے کی ضرورت محسوس فرمائی چنانچہ اولاد علی و فاطمہ میں سے سترہ آدمی جو ممتاز حیثیت رکھتے تھے انہیں جمع فرما کر اپنے فرزند حضرت علی رضا علیہ السلام کی وصایت اور جانشینی کا اعلان فرما دیا اور ایک وصیت نامہ تحریر بھی مکمل فرمایا جس پر مدینہ کے معززین میں سے ساٹھ آدمیوں کی گواہی لکھی گئی یہ اہتمام دوسرے آئمہ کے یہاں نظر نہیں آیا صرف ان خصوصی حالات کی بناء پر جن سے

دوسرے آئمہ اپنی وفات کے موقعہ پر دوچار نہیں ہونے والے
تھے۔

امام موسیٰ کاظم کی وفات اور امام رضا کے در امامت کا آغاز
۱۸۳ھ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے قید خانہ
ہارون رشید میں اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ گزار کر درجہ
شہادت حاصل فرمایا، آپ کی وفات کے وقت امام رضا علیہ
السلام کی عمر میری تحقیق کے مطابق تیس سال کی تھی
والد نزر گوار کی شہادت کے بعد امامت کی ذمہ داریاں آپ کی
طرف منتقل ہو گئیں یہ وہ وقت تھا جب کہ بغداد میں ہارون
رشید تخت خلافت پر متمکن تھا اور بنی فاطمہ کے لیے حالات بہت
ہی ناسازگار تھے۔

ہارونی فوج اور خانہ امام رضا علیہ السلام

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بعد دس برس ہارون رشید کا دور رہا یقیناً وہ امام رضا علیہ السلام کے وجود کو بھی دنیا میں اسی طرح برداشت نہیں کر سکتا تھا جس طرح اس کے پہلے آپ کے والد ماجد کارہنا اس نے گوارا نہیں کیا مگر یا تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ جو طویل مدت تک تشدد اور ظلم ہوتا رہا اور جس کے نتیجے میں قید خانہ ہی کے اندر آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اس سے حکومت وقت کی عام بدنامی ہو گئی تھی اور یا واقعی ظالم کو بد سلو کیوں کا احساس اور ضمیر کی طرف سے ملامت کی کیفیت تھی جس کی وجہ سے کھلم کھلا امام رضا کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی تھی لیکن وقت سے پہلے اس نے امام رضا علیہ السلام کو ستانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا حضرت کے عہدہ امامت کو سنبھالتے ہی ہارون رشید نے آپ

کا گھر لٹوا دیا، اور عورتوں کے زیورات اور کپڑے تک اتروالیے
تھے۔

تاریخ اسلام میں ہے کہ ہارون رشید نے اس حوالہ اور بہانے
سے کہ محمد بن جعفر صادق علیہ السلام نے اس کی حکومت
و خلافت سے انکار کر دیا ہے ایک عظیم فوج عیسیٰ جلودی کی
ما تختی میں مدینہ منورہ بھیج کر حکم دیا کہ علی و فاطمہ کی تمام
اولاد کی بالکل ہی تباہ و برباد کر دیا جائے ان کے گھروں میں آگ
لگادی جائے ان کے سامان لوٹ لیے جائیں اور انہیں اس درجہ
مفلوج اور مفلوک کر دیا جائے کہ پھر ان میں کسی قسم کے
حوصلہ کے ابھرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکے اور محمد بن
جعفر صادق کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے، عیسیٰ جلودی نے
مدینہ پہنچ کر تعمیل حکم کی سعی بلیغ کی اور ہر ممکن طریقہ سے بنی
فاطمہ کو تباہ و برباد کیا، حضرت محمد بن جعفر صادق علیہ السلام

نے بھرپور مقابلہ کیا لیکن آخر میں گرفتار ہو کر ہارون رشید کے پاس پہنچا دیئے گئے۔

عیسیٰ جلودی سادات کرام کو لوٹ کر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے دولت کدہ پر پہنچا اور اس نے خواہش کی کہ وہ حسب حکم ہارون رشید، خانہ امام میں داخل ہو کر اپنے ساتھیوں سے عورتوں کے زیورات اور کپڑے اتارے، امام علیہ السلام نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا، میں خود تمہیں سارا سامان لا کر دے دیتا ہوں پہلے تو وہ اس پر راضی نہ ہوا لیکن بعد میں کہنے لگا کہ اچھا آپ ہی اتار لائیے آپ محل سرا میں تشریف لے گئے اور آپ نے تمام زیورات اور سارے کپڑے ایک ستر پوش چادر کے علاوہ لا کر دیا اور اسی کے ساتھ ساتھ اثاث البیت نقد و جنس یہاں تک کہ بچوں کے کان کے بندے سب کچھ اس

کے حوالہ کر دیا وہ ملعون تمام سامان لے کر بغداد روانہ ہو گیا، یہ واقعہ آپ کے آغاز امامت کا ہے۔

علامہ مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں کہ محمد بن جعفر صادق کے واقعہ سے امام علی رضا علیہ السلام کا کوئی تعلق نہ تھا وہ اکثر اپنے چچا محمد کو خاموشی کی ہدایت اور صبر کی تلقین فرمایا کرتے تھے ابو الفرج اصفہانی مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں کہ محمد بن جعفر نہایت متقی اور پرہیزگار شخص تھے کسی ناصبی نے دستی کتبہ لکھ کر مدینہ کی دیواروں پر چسپاں کر دیا تھا جس میں حضرت علی وفاطمہ کے متعلق ناسزا لفظ تھے یہی آپ کے خروج کا سبب بنا۔ آپ کی بیعت لفظ امیر المؤمنین سے کی گئی آپ جب نماز کو نکلتے تھے تو آپ کے ساتھ دو سو صلحا و اتقیا ہوا کرتے تھے علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد صفوان بن یحییٰ نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کہا کہ مولا ہم

آپ کے بارے میں ہارون رشید سے بہت خائف ہیں ہمیں
 ڈر ہے کہ یہ کہیں آپ کے ساتھ وہی سلوک نہ کرے جو آپ
 کے والد کے ساتھ کر چکا ہے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو اپنی
 سعی کرے گا لیکن مجھ پر کامیاب نہ ہو سکے گا چنانچہ ایسا ہی
 ہوا اور حالات نے اسے کچھ اس اس درجہ آخر میں مجبور کر دیا تھا
 کہ وہ کچھ بھی نہ کر سکا یہاں تک کہ جب خالد بن یحییٰ برمکی نے
 اس سے کہا کہ امام رضا اپنے باپ کی طرح امر امامت کا اعلان
 کرتے اور اپنے کو امام زمانہ کہتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ ہم
 جو ان کے ساتھ کر چکے ہیں وہی ہمارے لیے کافی ہے اب
 تو چاہتا ہے کہ ”ان نقتلہم جمیعاً“ ہم سب کے سب کو قتل کر ڈالیں
 ، اب میں ایسا نہیں کروں گا (نور الابصار ص ۱۴۴ طبع مصر)۔
 علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ پھر بھی ہارون رشید کا اہلبیت رسول
 سے شدید اختلاف اور سادات کے ساتھ جو برتاؤ اب تک رہا تھا

اس کی بناء پر عام طور سے عمال حکومت یا عام افراد بھی جنہیں حکومت کو راضی رکھنے کی خواہش تھی اہلیت کے ساتھ کوئی اچھا رویہ رکھنے پر تیار نہیں ہو سکتے تھے اور نہ امام کے پاس آزادی کے ساتھ لوگ استفادہ کے لیے آ سکتے تھے نہ حضرت کو سچے اسلامی احکام کی اشاعت کے مواقع حاصل تھے۔

ہارون کا آخری زمانہ اپنے دونوں بیٹوں، امین اور مامون کی باہمی رقابتوں سے بہت بے لطفی میں گزرا، امین پہلی بیوی سے تھا جو خاندان شاہی سے منصور دوانقی کی پوتی تھی اور اس لیے عرب سردار سب اس کے طرف دار تھے اور مامون ایک عجمی کنیر کے پیٹ سے تھا اس لیے دربار کا عجمی طبقہ اس سے محبت رکھتا تھا، دونوں کی آپس کی رسہ کشی ہارون کے لیے سوہان روح بنی ہوئی تھی اس نے اپنے خیال میں اس کا تصفیہ مملکت کی تقسیم کے ساتھ یوں کر دیا کہ دارالسلطنت بغداد اور اس کے

چاروں طرف کے عربی حصہ جسے شام، مصر حجاز، یمن، وغیرہ
محمد امین کے نام کئے اور مشرقی ممالک جیسے ایران، خراسان،
ترکستان، وغیرہ مامون کے لیے مقرر کئے مگر یہ تصفیہ تو اس
وقت کارگر ہو سکتا تھا جب جو دونوں فریق ”جیو اور جینے دو“ کے
اصول پر عمل کرتے ہوتے لیکن جہاں اقتدار کی ہوس کار فرما ہو،
وہاں بنی عباس میں ایک گھر کے اندر دو بھائی اگر ایک دوسرے
کے مد مقابل ہوں تو کیوں نہ ایک دوسرے کے خلاف جارحانہ
کاروائی کرنے پر تیار نظر آئے اور کیوں نہ ان طاقتوں میں باہمی
تصادم ہو جب کہ ان میں سے کوئی اس ہمدردی اور ایثار اور خلق
خدا کی خیر خواہی کا بھی حامل نہیں ہے جسے بنی فاطمہ اپنے پیش
نظر رکھ کر اپنے واقعی حقوق سے چشم پوشی کر لیا کرتے تھے اسی
کا نتیجہ تھا کہ ادھر ہارون کی آنکھ بند ہوئی اور ادھر بھائیوں میں
خانہ جنگیوں کے شعلے بھڑک اٹھے آخر چار برس کی مسلسل کشمکش

اور طویل خونریزی کے بعد مامون کو کامیابی حاصل ہوئی اور اس کا بھائی امین محرم ۱۹۸ھ میں تلوا کے گھاٹ اتار دیا گیا اور مامون کی خلافت تمام بنی عباس کے حدود سلطنت پر قائم ہو گئی۔

یہ سچ ہے کہ ہارون رشید کے ایام سلطنت میں آپ کی امامت کے دس سال گزرے اس زمانہ میں عیسیٰ جلودی کی تاخت کے

بعد پھر اس نے آپ کے معاملات کی طرف بالکل سکوت

اور خاموشی اختیار کر لی اس کی دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں:

اول تو یہ کہ اس سالہ زندگی کے ابتدائی ایام میں وہ آل

برامکہ کے استیصال رافع بن لیث ابن تیار کے غداور فساد کے

انسداد میں جو سمرقند کے علاقہ سے نمودار ہو کر ماوراء

النہر اور حدود عرب تک پھیل چکا تھا ایسا ہمہ وقت اور ہمہ دم

الجھار ہا کہ پھر اس کو ان امور کی طرف توجہ کرنے کی ذرا بھی

فرصت نہ ملی

دوسرے یہ کہ اپنی دس سالہ مدت کے آخری ایام میں یہ اپنے بیٹوں میں ملک تقسیم کر دینے کے

بعد خود ایسا کمزور اور مجبور ہو گیا تھا کہ کوئی کام اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا تھا نام کا بادشاہ بنا بیٹھا ہوا، اپنی زندگی کے دن نہایت عسرت اور تنگی کی حالتوں میں کاٹ رہا تھا اس کے ثبوت کے لیے واقعہ ذیل ملاحظہ فرمائیں :

صبح طبری کا بیان ہے کہ ہارون جب خراسان جانے لگا تو میں نہروان تک اس کی مشایعت کو گیارہ راستہ میں اس نے بیان کیا کہ اے صبح تم اب کے بعد پھر مجھے زندہ نہ پاؤ گے میں نے کہا میرا مومنین ایسا خیال نہ کریں آپ انشاء اللہ صحیح و سالم اس سفر سے واپس آئیں گے یہ سن کر اس نے کہا کہ شاید تجھ کو میرا حال معلوم نہیں ہے آؤ میں دکھا دوں، پھر مجھے راستہ کاٹ کر ایک سمت درخت کے نیچے لے گیا اور وہاں سے اپنے خواصوں

کو ہٹا کر اپنے بدن کا کپڑا اٹھا کر مجھے دکھایا، تو ایک پارچہ ریشم شکم پر لپیٹا ہوا تھا، اور اس سے سارا بدن کسا ہوا تھا یہ دکھا کر مجھ سے کہا کہ میں مدت سے بیمار ہوں تمام بدن میں درد اٹھتا ہے مگر کسی سے اپنا حال نہیں کہہ سکتا تمہارے پاس بھی یہ راز امانت رہے میرے بیٹوں میں سے ہر ایک کا گماشتہ میرے اوپر مقرر ہے ماموں کی طرف سے مسرور، امین کی جانب سے بختیشوع، یہ لوگ میری سانس تک گنتے رہتے ہیں، اور نہیں چاہتے کہ میں ایک روز بھی زندہ رہوں، اگر تم کو یقین نہ ہو تو دیکھو میں تمہارے سامنے گھوڑا سوار ہونے کو مانگتا ہوں، ایسا لاغر ٹو میرے لیے لائیں گے جس پر سوار ہو کر میں اور زیادہ بیمار ہو جاؤں، یہ کہہ کر گھوڑا طلب کیا واقعی ایسا ہی لاغرا ٹیل ٹو حاضر کیا اس پر ہارون نے بے چون

وچرا سوار ہو گیا اور مجھ کو وہاں سے رخصت کر کے جرجان کا راستہ
پکڑ لیا (لمعة الضیاء ص ۹۲)۔

بہر حال ہارون رشید کی یہی مجبوریاں تھیں جنہوں نے اس
کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے مخالفانہ امور کی طرف
متوجہ نہیں ہونے دیا ورنہ اگر اسے فرصت ہوتی اور وہ اپنی قدیم
ذی اختیاری کی حالتوں پر قائم رہتا تو اس سلسلہ کی غارت گری
وہ بادی کو کبھی بھولنے والا نہیں تھا، مگر اس وقت کیا کر سکتا تھا
اپنے ہی دست و پا اپنے اختیار میں نہیں تھے بہر حال ہارون
رشید اسی ضیق النفس مجبوری ناداری اور بے اختیاری کی
غیر متحمل مصیبتوں میں خراسان پہنچ کر شروع ۱۹۳ھ مر گیا۔
ان دونوں بھائیوں امین اور مامون کے متعلق مورخین
کا کہنا ہے کہ مامون تو پھر بھی سوجھ بوجھ اور اچھے کیر کٹر کا آدمی
تھا لیکن امین عیاش، لا ابالی اور کمزور طبیعت کا تھا سلطنت کے تمام

حصوں، بازی گر، مسخرے اور نجومی جو تشریح بلوائے، نہایت خوبصورت طوائف اور نہایت کامل گانے والیوں اور خواجہ سراؤں کو بڑی بڑی رقمیں خرچ کر کے اور نائٹک کی ایک محفل مثل اندر سبھا کے ترتیب دی، یہ تھیڑ اپنے زرق برق سامانوں سے پریوں کا اکھاڑا ہوتا تھا سیوطی نے ابن جریر سے نقل کیا ہے کہ امین اپنی بیویوں اور کنیزوں کو چھوڑ کر خصیوں سے لواطت کرتا تھا (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۶۰)۔

امام علی رضا کا حج اور ہارون رشید عباسی

زمانہ ہارون رشید میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام حج کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اسی سال ہارون رشید بھی حج کے لیے آیا ہوا تھا خانہ کعبہ میں داخلہ کے بعد امام علی رضا علیہ السلام ایک دروازہ سے اور ہارون رشید دوسرے دروازہ سے نکلے

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دوسرے دروازہ سے نکلنے والا جو ہم سے دور جا رہا ہے عنقریب طوس میں دونوں ایک جگہ ہوں گے ایک روایت میں ہے کہ یحییٰ ابن خالد بر مکی کو امام علیہ السلام نے مکہ میں دیکھا کہ وہ رومال سے گرد کی وجہ سے منہ بند کئے ہوئے جا رہا ہے آپ نے فرمایا کہ اسے پتہ بھی نہیں کہ اس کے ساتھ امسال کیا ہونے والا ہے یہ عنقریب تباہی کی منزل میں پہنچا دیا جائے گا چنانچہ ایسا ہوی ہوا۔

راوی مسافر کا بیان ہے کہ حج کے موقع پر امام علیہ السلام نے ہارون رشید کو دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملاتے ہوئے فرمایا کہ میں اور یہ اسی طرح ایک ہو جائیں گے وہ کہتا ہے کہ میں اس ارشاد کا مطلب اس وقت سمجھا جب آپ کی شہادت واقع ہوئی اور دونوں ایک مقبرہ میں دفن ہوئے موسیٰ بن عمران کا کہنا ہے کہ اسی سال ہارون رشید مدینہ منورہ پہنچا اور امام

علیہ السلام نے اسے خطبہ دیتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ عنقریب
میں اور ہارون ایک ہی مقبرہ میں دفن کئے جائیں گے
(نور الابصار ص ۱۴۴)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا مجدد مذہب امامیہ ہونا
حدیث میں ہر سو سال کے بعد ایک مجدد اسلام کے
نمود و شہود کا نشان ملتا ہے یہ ظاہر ہے کہ جو اسلام کا مجدد ہوگا اس
کے تمام ماننے والے اسی کے مسلک پر گامزن ہوں گے
اور مجدد کا جو بنیادی مذہب ہوگا اس کے ماننے والوں کا بھی وہی
مذہب ہوگا، حضرت امام رضا علیہ السلام جو قطعی
طور پر فرزند رسول اسلام تھے وہ اسی مسلک پر گامزن تھے جس
مسلک کی بنیاد پیغمبر اسلام اور علی خیر الانام کا وجود ذی وجود تھا یہ
مسلمات سے ہے کہ آل محمد علیہم السلام پیغمبر علیہ السلام کے

نقش قدم پر چلتے تھے اور انہیں کے خدائی منشاء اور بنیادی مقصد کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے یعنی آل محمد کا مسلک وہ تھا جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسلک تھا۔

علامہ ابن اثیر جزری اپنی کتاب جامع الاصول میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام تیسری صدی ہجری میں اور ثقہ الاسلام علامہ کلینی چوتھی صدی ہجری میں مذہب امامیہ کے مجدد تھے علامہ قونوی اور ملا مبین نے اسی کو دوسری صدی کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے (وسیلۃ النجات ص ۶۷۳، شرح جامع صغیر)۔

محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز ابن اثیر کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن اثیر جزری صاحب جامع الاصول کہ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا مجدد مذہب امامیہ دو قرن ثالث گفتم است ابن اثیر جزری صاحب جامع الاصول نے حضرت امام

رضاعلیہ السلام کو تیسری صدی میں مذہب امامیہ
کا مجدد ہونا ظاہر و واضح فرمایا ہے (تحفہ اثنا عشریہ کید ۸۵ ص

(۸۳

بعض علماء اہل سنت نے آپ کو دوسری صدی کا اور بعض نے
تیسری صدی کا مجدد بتلایا ہے میرے نزدیک دونوں درست ہے
کیوں کہ دوسری صدی میں امام رضاعلیہ السلام کی ولادت
اور تیسری صدی کے آغاز میں آپ کی شہادت ہوئی ہے۔

حضرت امام رضاعلیہ السلام کے اخلاق و عادات اور شمائل
و خصائل

آپ کے اخلاق و عادات اور شمائل و خصائل کا لکھنا اس لیے
دشوار ہے کہ وہ بے شمار ہیں "مشتی نمونہ از خرداری" یہ ہیں
بحوالہ علامہ شبلنجی ابراہیم بن عباس تحریر فرماتے ہیں کہ

حضرت امام علی رضاعلیہ السلام نے کبھی کسی شخص کے ساتھ
 گفتگو کرنے میں سختی نہیں کی، اور کبھی کسی بات کو قطع نہیں
 فرمایا آپ کے مکارم عادات سے تھا کہ جب بات کرنے والا اپنی
 بات ختم کر لیتا تھا تب اپنی طرف سے آغاز کلام فرماتے تھے کسی
 کی حاجت روائی اور کام نکالنے میں حتی المقدور دریغ نہ فرماتے
 ، کبھی ہمنشین کے سامنے پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے اور نہ اہل محفل
 کے روبرو تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے کبھی اپنے غلاموں کو گالی نہ دی
 اور چیزوں کا کیا ذکر، میں نے کبھی آپ کے تھوکتے اور ناک
 صاف کرتے نہیں دیکھا، آپ قہقہہ لگا کر ہر گز نہیں ہنستے تھے خندہ
 زنی کے موقع پر آپ تبسم فرمایا کرتے تھے محاسن اخلاق
 اور تواضع و انکساری کی یہ حالت تھی کہ دسترخوان پر سائیس
 اور دربان تک کو اپنے ساتھ بٹھالیتے، راتوں کو بہت کم سوتے
 اور اکثر راتوں کو شام سے صبح تک شب بیداری کرتے تھے

اکثر اوقات روزے سے ہوتے تھے مگر ہر مہینے کے تین روز تیرو آپ سے کبھی قضا نہیں ہوئے ارشاد فرماتے تھے کہ ہر ماہ میں کم از کم تین روزے رکھ لینا ایسا ہے جیسے کوئی ہمیشہ روزے سے رہے۔

آپ کثرت سے خیرات کیا کرتے تھے اور اکثر رات کے تاریک پردہ میں اس استحباب کو ادا فرمایا کرتے تھے موسم گرما میں آپ کافر ش جس پر آپ بیٹھ کر فتویٰ دیتے یا مسائل بیان کیا کرتے بوریہ ہوتا تھا اور سرما میں کبیل آپ کا یہی طرز اس وقت بھی رہا جب آپ ولی عہد حکومت تھے آپ کا لباس گھر میں موٹا اور خوشن ہوتا تھا اور رفع طعن کے لیے باہر آپ اچھا لباس پہنتے تھے ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا کہ حضور اتنا عمدہ لباس کیوں استعمال فرماتے ہیں آپ نے اندر کا پیرا ہن

دکھلا کر فرمایا اچھا لباس دنیا والوں کے لیے اور کمبل کا پیراہن
خدا کے لیے ہے۔

علامہ موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ حمام میں
تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص جندی نامی آگیا اور اس نے بھی
نہانا شروع کیا دوران غسل میں اس نے بھی نہانا شروع
کیا دوران غسل میں اس نے امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ
میرے جسم پر پانی ڈالئے آپ نے پانی ڈالنا شروع کیا اتنے میں
ایک شخص نے کہا اے جندی فرزند رسول سے خدمت لے

رہا ہے ارے یہ امام رضا ہیں، یہ سننا تھا کہ وہ پیروں

پر گر پڑا اور معافی مانگنے لگا (نور الابصار ص ۳۹، ۳۸)۔

ایک مرد بلخی ناقل ہے کہ حضرت کے ساتھ ایک سفر میں

تھا ایک مقام پر دسترخوان بچھا تو آپ نے تمام غلاموں کو جن

میں حبشی بھی شامل تھے بلا کر بٹھلا لیا میں نے عرض

کیا مولا انہیں علیحدہ بٹھلائیں تو کیا حرج ہے آپ نے فرمایا کہ سب کا رب ایک ہے اور ماں باپ آدم و حوا بھی ایک ہیں اور جزا و سزا اعمال پر موقوف ہے، تو پھر تفرقہ کیا آپ کے ایک خادم یا سر کا کہنا ہے کہ آپ کا یہ تاکید حکم تھا کہ میرے آنے پر کوئی خادم کھانا کھانے کی حالت میں میری تعظیم کو نہ اٹھے۔

معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ جب بھی دسترخوان بچھتا آپ ہر کھانے میں سے ایک ایک لقمہ نکال لیتے تھے، اور اسے مسکینوں اور یتیموں کو بھیج دیا کرتے تھے شیخ صدوق تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بزرگی تقویٰ سے ہے جو مجھ سے زیادہ متقی ہے وہ مجھ سے بہتر ہے۔

ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ آپ مجھے اپنی حیثیت کے مطابق کچھ مال عنایت کیجیے، فرمایا یہ ممکن ہے چنانچہ آپ

نے اسے دو سواشر فی عنایت فرمادی، ایک مرتبہ نویں ذی الحجہ
یوم عرفہ آپ نے راہ خدا میں سارا گھر لٹا دیا یہ دیکھ کر فضل بن
سہیل وزیر مامون نے کہا حضرت یہ تو غرامت یعنی اپنے آپ
کو نقصان پہنچانا ہے آپ نے فرمایا یہ غرامت نہیں ہے غنیمت
ہے میں اس کے عوض میں خدا سے نیکی اور حسنہ لوں گا۔
آپ کے خادم یاسر کا بیان ہے کہ ہم ایک دن میوہ کھا رہے تھے
اور کھانے میں ایسا کرتے تھے کہ ایک پھل سے کچھ کھاتے
اور کچھ پھینک دیتے ہمارے اس عمل کو آپ نے دیکھ لیا
اور فرمایا نعمت خدا کو ضائع نہ کرو ٹھیک سے کھاؤ اور جو بیچ جائے
اسے کسی محتاج کو دیدو، آپ فرمایا کرتے تھے کہ مزدوری
مزدوری پہلے طے کرنا چاہئے کیونکہ اس چکائی ہوئی اجرت سے
زیادہ جو کچھ دیا جائے گا پانے والا اس کو انعام سمجھے گا۔

صولی کا بیان ہے کہ آپ اکثر عمود ہندی کا بخور کرتے اور مشک و گلاب کا پانی استعمال کرتے تھے عطریات کا آپ کو بڑا شوق تھا نماز صبح اول وقت پڑھتے اس کے بعد سجدہ میں چلے جاتے تھے اور نہایت ہی طول دیتے تھے پھر لوگوں کو پسند و نصح فرماتے۔ سلیمان بن جعفر کا کہنا ہے کہ آپ آباؤ اجداد کی طرح خرے کو بہت پسند فرماتے تھے آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے جب بھی آپ بستر پر لیٹتے تھے تاہم خواب قرآن مجید کے سورے پڑھا کرتے تھے موسیٰ بن سیار کا کہنا ہے کہ آپ اکثر اپنے شیعوں کی میت میں شرکت فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہر روز شام کے وقت امام وقت کے سامنے شیعوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اگر کوئی شیعہ گناہ گار ہوتا ہے تو امام اس کے لیے استغفار کرتے ہیں علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ کے

سامنے جب بھی کوئی آتا تھا آپ پہچان لیتے تھے کہ مومن ہے
 یا منافق (اعلام الوری، تحفہ رضویہ، کشف الغمہ ص ۱۱۲)۔
 علامہ محمد رضا لکھتے ہیں کہ آپ ہر سوال کا جواب قرآن مجید سے
 دیتے تھے اور روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے (جنات الخلود ص
 ۳۱)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا علمی کمال

مورخین کا بیان ہے کہ آل محمد کے اس سلسلہ میں
 ہر فرد حضرت احدیت کی طرف سے بلند ترین علم کے درجے
 پر قرار دیا گیا تھا جسے دوست اور دشمن کو ماننا پڑتا تھا یہ اور بات ہے
 کہ کسی کو علمی فیوض پھیلانے کا زمانے نے کم موقع دیا اور کسی
 کو زیادہ، چنانچہ ان حضرات میں سے امام جعفر صادق علیہ
 السلام کے بعد اگر کسی کو سب سے زیادہ موقع حاصل ہوا ہے تو

وہ حضرت امام رضا علیہ السلام ہیں، جب آپ امامت کے منصب پر نہیں پہنچے تھے اس وقت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے تمام فرزندوں اور خاندان کے لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ تمہارے بھائی علی رضا عالم آل محمد ہیں، اپنے دین مسائل کو ان سے دریافت کر لیا کرو، اور جو کچھ اسے کہیں یاد رکھو، اور پھر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد جب آپ مدینہ میں تھے اور روضہ رسول پر تشریف فرما رہے تھے تو علمائے اسلام مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

محمد بن عیسیٰ یقطینی کا بیان ہے کہ میں نے ان تحریری مسائل کو جو حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھے گئے تھے اور آپ نے ان کا جواب تحریر فرمایا تھا، اکھٹا کیا تو اٹھارہ ہزار کی تعداد میں تھے، صاحب لمعة الرضاء تحریر کرتے ہیں کہ حضرت آئمہ طاہرین

علیہم السلام کے خصوصیات میں یہ امر تمام تاریخی
 مشاہد اور نیز حدیث و سیر کے اسانید معتبر سے ثابت ہے
 ، باوجودیکہ اہل دنیا کو آپ حضرات کی تقلید اور متابعت فی الاحکام
 کا بہت کم شرف حاصل تھا، مگر باین ہمہ تمام زمانہ و ہر خویش
 و بیگانہ آپ حضرات کو تمام علوم الہی اور اسرار الہی کا گنجینہ سمجھتا تھا
 اور محدثین و مفسرین اور تمام علماء و فضلاء جو آپ کے مقابلہ
 کا دعویٰ رکھتے تھے وہ بھی علمی مباحث و مجالس میں آپ حضرات
 کے آگے زانوئے ادب تہ کرتے تھے اور علمی مسائل کو حل
 کرنے کی ضرورتوں کے وقت حضرت امیر المومنین علیہ السلام
 سے لے کر امام زین العابدین علیہ السلام تک استعقادے کئے وہ
 سب کتابوں میں موجود ہے۔

جابر بن عبد اللہ انصاری اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی
 خدمت میں سمع حدیث کے واقعات تمام احادیث کی کتابوں میں

محفوظ ہیں، اسی طرح ابوالطفیل عامری اور سعید بن جبیر آخری صحابہ کی تفصیل حالات جوان بزرگوں کے حال میں پائے جاتے ہیں وہ سیر و توارخ میں مذکور و مشہور ہیں صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین اور ان لوگوں کی فیض یابی کی بھی یہی حالت ہے ، شعبی، زہری، ابن قتیبہ، سفیان ثوری، ابن شیبہ، عبدالرحمن ، عکرمہ، حسن بصری، وغیرہ وغیرہ یہ سب کے سب جو اس وقت اسلامی دنیا میں دینیات کے پیشوا اور مقدس سمجھے جاتے تھے ان ہی بزرگوں کے چشمہ فیض کے جرعه نوش اور انہی حضرات کے مطیع و حلقہ بگوش تھے۔

جناب امام رضا علیہ السلام کو اتفاق حسنہ سے اپنے علم و فضل کے اظہار کے زیادہ موقع پیش آئے کیوں کہ مامون عباسی کے پاس جب تک دارالحکومت مرو تشریف فرما رہے، بڑے بڑے علماء و فضلاء علوم مختلفہ میں آپ کی استعداد اور فضیلت کا اندازہ

کرایا گیا اور کچھ اسلامی علماء پر موقوف نہیں تھا بلکہ علماء یہودی
و نصاریٰ سے بھی آپ کا مقابلہ کرایا گیا، مگر ان تمام مناظروں
و مباحثوں میں ان تمام لوگوں پر آپ کی فضیلت و فوقیت
ظاہر ہوئی، خود مامون بھی خلفائے عباسیہ میں سب سے زیادہ
اعلم و افقہ تھا باوجود اس کے تبحر فی العلوم کا لوہا مانتا تھا
اور چار و ناچار اس کا اعتراف پر اعتراف اور اقرار پر اقرار کرتا تھا
چنانچہ علامہ ابن حجر صواعق محرقة میں لکھتے ہیں کہ آپ جلالت
قدر عزت و شرافت میں معروف و مذکور ہیں، اسی وجہ مامون
آپ کو بمنزلہ اپنی روح و جان جانتا تھا اس نے اپنی دختر کا نکاح
آنحضرت علیہ السلام سے کیا، اور ملک ولایت میں اپنا شریک
گردانا، مامون برابر علماء ادیان و فقہائے شریعت کو جناب امام
رضا علیہ السلام کے مقابلہ میں بلاتا اور مناظرہ کراتا، مگر آپ
ہمیشہ ان لوگوں پر غالب آتے تھے اور خود ارشاد فرماتے تھے کہ

میں مدینہ میں روضہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم میں بیٹھتا، وہاں کے علمائے کثیر جب کسی علمی مسئلہ میں
عاجز آجاتے تو بالاتفاق میری طرف رجوع کرتے، جواب ہائے
شافی دیکر ان کی تسلی و تسکین کر دیتا۔

ابوصلت ابن صالح کہتے ہیں کہ حضرت امام علی بن موسیٰ
رضاعلیہما السلام سے زیادہ کوئی عالم میری نظر سے نہیں گزرا
، اور مجھ پر موقوف نہیں جو کوئی آپ کی زیارت سے مشرف ہوگا
وہ میری طرح آپ کی اعلیت کی شہادت دے گا۔

حضرت امام رضاعلیہ السلام کے بعض مرویات وارشادات
حضرت امام رضاعلیہ السلام سے بے شمار احادیث مروی ہیں
جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ بچوں کے لیے ماں کے دودھ سے بہتر کوئی دودھ نہیں۔

۲۔ سرکہ بہترین سالن ہے جس کے گھر میں سرکہ ہوگا وہ محتاج نہ ہوگا۔

۳۔ ہر انار میں ایک دانہ جنت کا ہوتا ہے

۴۔ منقہ صفر کو درست کرتا ہے بلغم کو دور کرتا ہے پٹھوں

کو مضبوط کرتا ہے نفس کو پاکیزہ بناتا اور رنج و غم کو دور کرتا ہے

۵۔ شہد میں شفا ہے، اگر کوئی شہد ہدیہ کرے تو واپس نہ کرو۔

گلاب جنت کے پھولوں کا سردار ہے۔

۷۔ بنفشہ کا تیل سر میں لگانا چاہئے اس کی تاثیر گرمیوں میں

سرد اور سردیوں میں گرم ہوتی ہے۔

۸۔ جوزیتون کا تیل سر میں لگائے یا کھائے اس کے پاس

چالیس دن تک شیطان نہ آئے گا۔

۹۔ صلہ رحم اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے

مال میں زیادتی ہوتی ہے۔

- ۱۰۔ اپنے بچوں کا ساتویں دن ختنہ کر دیا کرو اس سے صحت ٹھیک ہوتی ہے اور جسم پر گوشت چڑھتا ہے۔
- ۱۱۔ جمعہ کے دن روزہ رکھنا دس روزوں کے برابر ہے۔
- ۱۲۔ جو کسی عورت کا مہرنہ دے یا مزدور کی اجرت روکے یا کسی کو فروخت کر دے وہ بخشتانہ جاوے گا۔
- ۱۳۔ شہد کھانے اور دودھ پینے سے حافظہ بڑھتا ہے۔ ۱۴۔
- گوشت کھانے شفا ہوتی ہے اور مرض دور ہوتا ہے۔
- ۱۵۔ کھانے کی ابتداء نمک سے کرنی چاہئے کیونکہ اس سے ستر بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے جن میں جذام بھی ہے۔
- ۱۶۔ جو دنیا میں زیادہ کھائے گا قیامت میں بھوکا رہے گا۔
- ۱۷۔ مسور ستر انبیاء کی پسندیدہ خوراک ہے اس سے دل نرم ہوتا ہے اور آنسو بنتے ہیں۔ ۱۸۔ جو چالیس دن گوشت نہ کھائے گا بد اخلاق ہو جائیگا۔

۱۹۔ کھانا ٹھنڈا کر کے کھانا چاہئے۔ ۲۰۔ کھانے پیالے کے

کنارے سے کھانا چاہئے۔

۲۱۔ عمر طول کے لیے اچھا کھانا، اچھی جوتی پہننا اور قرض سے

بچنا، کثرت جماع سے پرہیز کرنا مفید ہے۔

۲۲۔ اچھے اخلاق والا پیغمبر اسلام کے ساتھ قیامت میں ہوگا۔

۲۳۔ جنت میں متقی اور حسن خلق والوں کی اور جہنم میں پیٹو اور

زناکاروں کی کثرت ہوگی۔

۲۴۔ امام حسین کے قال بخشنے نہ جائیں گے ان کا بدلہ خدائے

گا۔

۲۵۔ حسن اور حسین علیہم السلام جو انان جنت کے سردار ہیں

اور ان کے پدر بزرگوار ان سے بہتر ہیں۔

۲۶۔ اہل بیت کی مثال سفینہ نوح جیسی ہے، نجات وہی پائے

گا جو اس پر سوار ہوگا۔

۲۷۔ حضرت فاطمہ ساق عرش پکڑ کر قیامت کے دن واقعہ
کر بلا کا فیصلہ چاہیں گی اس دن ان کے ہاتھ میں امام حسین علیہ
السلام کا خون بھرا پیرا ہن ہوگا۔

۲۸۔ خدا سے روزی صدقہ دیے کر مانگو۔

۲۹۔ سب سے پہلے جنت میں وہ شہد اور عیال دار جائیں گے
جو پرہیزگار ہوں گے اور سب سے پہلے جہنم میں حاکم غیر عادل
اور مالدار جائیں گے (مسند امام رضا طبع مصر ۱۳۲۱ ہجری)

۳۰۔ ہر مومن کا کوئی نہ کوئی پڑوسی اذیت کا باعث ضرور ہوگا۔

۳۱۔ بالوں کی سفیدی کا سر کے اگلے حصے سے شروع ہونا

سلامتی اور اقبال مندی کی دلیل ہے اور رخساروں ڈاڑھی کے
اطراف سے شروع ہونا سخاوت کی علامت ہے اور گیسوؤں سے
شروع ہونا شجاعت کا نشان ہے اور گدی سے شروع ہونا نحوست

ہے۔

۳۲۔ قضا و قدر کے بارے میں آپ نے فضیل بن سہیل کے
جواب میں فرمایا کہ انسان نہ بالکل مجبور ہے اور نہ بالکل
آزاد ہے (نور الابصار ص ۱۴۰)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام اور مجلس شہداء کربلا
علامہ مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں کہ شاعر آل محمد، دعبل
خزاعی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عاشورہ کے دن میں حضرت امام
رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ آپ اصحاب
کے حلقہ میں انتہائی غمگین و حزین بیٹھے ہوئے ہیں مجھے
حاضر ہوتے دیکھ کر فرمایا، آؤ آؤ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں میں
قریب پہنچا تو آپ نے اپنے پہلو میں مجھے جگہ دے کر فرمایا کہ
اے دعبل چونکہ آج یوم عاشورہ ہے اور یہ دن ہمارے لیے
انتہائی رنج و غم کا دن ہے لہذا تم میرے جد مظلوم حضرت امام

حسین علیہ السلام کے مرثیہ سے متعلق کچھ شعر پڑھو، اے
دعبیل جو شخص ہماری مصیبت پر روئے یار لائے اس
کا اجر خدا پر واجب ہے، اے دعبیل جس شخص کی آنکھ ہمارے غم
میں تر ہو وہ قیامت میں ہمارے ساتھ محشور ہوگا، اے دعبیل
جو شخص ہمارے جد نامدار حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے غم
میں روئے گا خدا اس کے گناہ بخش دے گا۔

یہ فرما کر امام علیہ السلام نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پردہ
کھینچا اور مخدرات عصمت کو بلا کر اس میں بٹھا دیا پھر آپ میری
طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے ہاں دعبیل! اے میرے
جد امجد کا مرثیہ شروع کرو، دعبیل کہتے ہیں کہ میرا دل
بھرا آیا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آل محمد میں
رونے کا کھرام عظیم برپا تھا صاحب در المصائب تحریر فرماتے ہیں

کہ دعبل کامرثیہ سن کر معصومہ قم جناب فاطمہ ہمیشترہ حضرت
امام رضا علیہ السلام اس قدر روئیں کہ آپ کو غش آگیا۔
اس اجتماعی طریقہ سے ذکر حسین کو مجلس کہتے ہیں اس کا سلسلہ
عہد امام رضا میں مدینہ سے شروع ہو کر مرو تک جاری
رہا، علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ اب امام رضا علیہ السلام کو تبلیغ حق
کے لیے نام حسین کی اشاعت کے کام کو ترقی دینے کا بھی
پورا موقع حاصل ہو گیا تھا جس کی بنیاد اس کے پہلے حضرت امام
محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام قائم کر چکے
تھے مگر وہ زمانہ ایسا تھا کہ جب امام کی خدمت میں وہی لوگ
حاضر ہوتے تھے جو بحیثیت امام یا بحیثیت عالم دین آپ کے
ساتھ عقیدت رکھتے تھے اور اب امام رضا علیہ السلام تو امام
روحانی بھی ہیں اور ولی عہد سلطنت بھی، اس لیے آپ کے
دربار میں حاضر ہونے والوں کا دائرہ وسیع ہے۔

مرد، وہ مقام ہے جو ایران کے تقریباً وسط میں واقع ہے
 ہر طرف کے لوگ یہاں آتے ہیں اور یہاں یہ عالم کہ ادھر محرم
 کا چاند نکلا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے دوسروں کو بھی
 ترغیب و تحریص کی جانے لگی کہ آل محمد کے مصائب
 کو یاد کرو اور اثرات غم کو ظاہر کرو یہ بھی ارشاد ہونے لگا کہ
 جو اس مجلس میں بیٹھے جہاں ہماری باتیں زندہ کی جاتی ہیں اس
 کا دل مردہ نہ ہوگا اس دن کے جب سب کے دل مردہ ہوں گے۔
 تندرہ امام حسین کے لیے جو مجمع ہو، اس کا نام اصطلاحی
 طور پر مجلس اسی امام رضا علیہ السلام کی حدیث سے ہی ماخوذ ہے
 آپ نے عملی طور پر بھی خود مجلسیں کرنا شروع کر دیں جن میں
 کبھی خود ڈاکر ہوئے اور دوسرے سامعین جیسے ریان بن شبیب
 کی حاضری کے موقع پر آپ نے مصائب امام حسین علیہ السلام
 بیان فرمائے اور کبھی عبداللہ بن ثابت یا عبدل خزاعی ایسے کسی

شاعر کی حاضری کے موقع پر اس شاعر کو حکم ہوا کہ تم ذکر امام
حسین میں اشعار پڑھو وہ ذاکر ہوا، اور حضرت سامعین میں
داخل ہوئے الخ۔

مامون رشید کی مجلس مشاورت

حالات سے متاثر ہو کر مامون رشید نے ایک مجلس مشاورت
طلب کی جس میں علماء و فضلاء، زعماء اور امراء سب ہی
کو مدعو کیا جب سب جمع ہو گئے تو اصل راز دل میں رکھتے ہوئے
ان سے یہ کہا کہ چونکہ شہر خراسان میں ہماری طرف سے کوئی
حاکم نہیں ہے اور امام رضا سے زیادہ لائق کوئی نہیں ہے اس
لیے ہم چاہتے ہیں کہ امام رضا کو بلا کروہاں کی ذمہ داری ان کے
سپرد کر دیں، مامون کا مقصد تو یہ تھا کہ ان کو خلیفہ بنا کر علویوں
کی بغاوت اور ان کی چابکدستی کو روک دے لیکن یہ بات اس

نے مجلس مشاورت میں ظاہر نہیں کی، بلکہ ملکی ضرورت کا حوالہ
 دے کر انہیں خراسان کا حاکم بنانا ظاہر کیا، اور لوگوں نے تو اس
 پر جو بھی رائے دی ہو لیکن حسن بن سہل اور وزیر اعظم فضل
 بن سہل اس پر راضی نہ ہوئے اور یہ کہا کہ اس طرح خلافت بنی
 عباس سے آل محمد کی طرف منتقل ہو جائے گی مامون نے کہا کہ
 میں نے جو کچھ سوچا ہے وہ یہی ہے اور اس پر عمل کروں گا یہ سن
 کر وہ لوگ خاموش ہو گئے اتنے میں حضرت علی ابن ابی طالب
 کے ایک معزز صحابی، سلیمان بن ابراہیم بن محمد بن داؤد بن قاسم
 بن ہبیت بن عبد اللہ بن حبیب بن شیخان بن ارقم، کھڑے
 ہو گئے اور کہنے لگے اے مامون رشید ”راست می گوئی امامی ترسم
 کہ تو با حضرت امام رضا ہمان کنی کہ کوفیان با حضرت امام حسین
 کردند“ تو سچ کہتا ہے لیکن میں ڈرتا ہوں کہ تو کہیں ان کے ساتھ

وہی سلوک نہ کرے جو کوفیوں نے امام حسین کے ساتھ

کیا ہے۔

مامون رشید نے کہا کہ اے سلیمان تم یہ کیا سوچ رہے ہو
، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، میں ان کی عظمت سے واقف ہوں
جو انہیں ستائے گا قیامت میں حضرت رسول کریم اور حضرت علی
حکیم کو کیونکر منہ دکھائے گا تم مطمئن رہو، انشاء اللہ ان کا ایک
بال بھی بیکانہ ہو گا یہ کہہ کر بروایت ابو مخنف مامون رشید نے

قرآن مجید پر ہاتھ رکھا اور قسم کھا کر کہا کہ میں

ہر گز اولاد پیغمبر پر کوئی ظلم نہ کروں گا اس کے بعد سلیمان نے تمام
لوگوں کو قسم دے کر بیعت لے لی پھر انہوں نے ایک بیعت
نامہ تیار کیا اور اس پر اہل خراسان کے دستخط لیے دستخط کرنے
والوں کی تعداد چالیس ہزار تھی بیعت نامہ تیار ہونے کے بعد
مامون رشید نے سلیمان کو بیعت نامہ سمیت مدینہ بھیج

دیا، سلیمان قطع مراحل و طے منازل کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے ملاقات کی، ان کی خدمت میں مامون کا پیغام پہنچا دیا۔

اور مجلس مشاورت کے تمام واقعات بیان کئے اور بیعت نامہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا، حضرت نے جو نہی اس کو کھولا اور اس کا سر نامہ دیکھا، سر مبارک ہلا کر فرمایا کہ یہ میرے لیے کسی طرح مفید نہیں ہے، اس وقت آپ ابدیدہ تھے پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے جد نامدار نے خواب میں نتائج و احوال سے آگاہ کر دیا ہے، سلیمان نے کہا کہ مولا یہ تو خوشی کا موقع ہے آپ اس درجہ پریشان کیوں ہیں، ارشاد فرمایا کہ میں اس دعوت میں اپنی موت دیکھ رہا ہوں انہوں نے کہا کہ مولا میں نے سب سے بیعت لے لی ہے کہا درست ہے لیکن

جد نامدار نے جو فرمایا ہے وہ غلط نہیں ہو سکتا، میں مامون کے ہاتھوں شہید کیا جاؤں گا۔

بلآخر آپ پر کچھ دباؤ پڑا کہ آپ مروخراسان کے لیے عازم ہو گئے جب آپ کے عزیزوں اور وطن والوں کو آپ کی روانگی کا حال معلوم ہوا بے پناہ روئے۔

غرض کہ آپ روانہ ہو گئے، راستے میں ایک چشمہ آب کے کنارے چند آہوؤں کو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں جب ان کی نظر حضرت پر پڑی سب دوڑ پڑے اور باچشم تر کہنے لگے کہ حضور خراسان نہ جائیں کہ دشمن بہ لباس دوستی آپ کی تاک میں ہے اور ملک الموت استقبال کے لیے تیار ہیں، حضرت نے فرمایا کہ اگر موت آنی ہے تو وہ ہر حال میں آئے گی (کنز الانساب ابو مخنف ص ۸۷ طبع بمبئی ۱۳۰۲ھ)۔

ایک روایت میں ہے کہ مامون نے اپنی غرض کے لیے
حضرت کو خلیفہ وقت بنانے کے لیے لکھا تو آپ نے انکار کر دیا
پھر اس نے تحریر کیا کہ آپ میری ولی عہدی قبول کیجئے آپ نے
اس سے بھی انکار کر دیا جب وہ آپ کی طرف سے مایوس
ہو گیا تو اس نے تین سو افراد پر مشتمل فوج بھیج دی اور حکم
دیدیا کہ وہ جس حالت میں ہوں اور جہاں ہوں ان
کو گرفتار کر کے لایا جائے اور انہیں اتنی مہلت نہ دی جائے کہ وہ
کسی سے مل سکیں چنانچہ فوج غالباً فضل بن سہل وزیر اعظم کی
قیادت میں مدینہ پہنچی اور امام علیہ السلام کو مسجد سے
گرفتار کر کے مرو خراسان کے لے روانہ ہو گئی، اتنا موقع نہ دیا کہ
امام علیہ السلام، اپنے اہل و عیال سے رخصت ہو لیتے۔

مامون کی طلبی سے قبل امام علیہ السلام کی روضہ رسول پر فریاد
 ابو مخنف بن لو ط بن یحییٰ خزاعی کا بیان ہے کہ حضرت امام
 موسیٰ کاظم کی شہادت کے بعد ۱۱۵ محرم الحرام شب یک شنبہ
 کو حضرت امام رضا علیہ السلام نے روضہ رسول خدا پر حاضری
 دی وہاں مشغول عبادت تھے کہ آنکھ لگ گئی، خواب میں
 دیکھا کہ حضرت رسول کریم بالباس سیاہ تشریف لائے ہیں
 اور سخت پریشان ہیں امام علیہ السلام نے سلام کیا حضور نے
 جواب سلام دے کر فرمایا، اے فرزند، میں اور علی وفاطمہ، حسن
 و حسین سب تمہارے غم میں نالاں و گریاں ہیں اور ہم ہی نہیں
 فرزندم زین العابدین، محمد باقر، جعفر صادق اور تمہارے
 پدر موسیٰ کاظم سب غمگین اور رنجیدہ ہیں، اے فرزند عنقریب
 مامون رشید تم کو زہر سے شہید کرے گا، یہ دیکھ کر آپ کی آنکھ
 کھل گئی، اور آپ زار زار رونے لگے پھر روضہ مبارک سے

باہر آئے ایک جماعت نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کو پریشان
 دیکھ کر پوچھا کہ مولا اضطراب کی وجہ کیا ہے فرمایا ابھی ابھی
 جد نامدار نے میری شہادت کی خبر دی ہے اے ابوصلت دشمن
 مجھے شہید کرنا چاہتا ہے اور میں خدا پر بھروسہ کرتا ہوں جو مرضی
 معبود ہو وہی میری مرضی ہے اس خواب کے تھوڑے عرصہ بعد
 مامون رشید کا لشکر مدینہ پہنچ گیا اور وہ امام علیہ السلام کو اپنی
 سیاسی غرض کرنے کے لیے وہاں سے دارالخلافہ ”مرو“ میں
 لے آیا (کنز الانساب ص ۸۶)۔

امام رضا علیہ السلام کی مدینہ سے مرو میں طلبی
 علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حالات کی روشنی میں مامون نے
 اپنے مقام پر یہ قطعی فیصلہ اور عزم بالجزم کر لینے کے بعد کہ امام
 رضا علیہ السلام کو ولیعہد خلافت بنائے گا اپنے وزیر اعظم فضل

بن سہل کو بلا بھیجا اور اس سے کہا کہ ہماری رائے ہے کہ ہم امام رضا کو ولی عہدی سپرد کر دیں تم خود بھی اس پر سوچ و بچار کرو، اور اپنے بھائی حسن بن سہل سے مشورہ کرو ان دونوں نے آپس

میں تبادلہ خیال کرنے کے بعد مامون کی بارگاہ میں حاضری دی، ان کا مقصد تھا کہ مامون ایسا نہ کرے ورنہ خلافت آل عباس سے آل محمد میں چلی جائے گی ان لوگوں نے اگرچہ کھل کر مخالفت نہیں کی، لیکن دے بے لفظوں میں ناراضگی کا اظہار کیا مامون نے کہا کہ میرا فیصلہ اٹل ہے اور میں تم دونوں کو حکم دیتا ہوں کہ تم مدینہ جا کر امام رضا کو اپنے ہمراہ لاؤ (حکم حاکم مرگ مفاعیات) آخر کار یہ دونوں امام رضا کی خدمت میں مقام مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور انہوں نے بادشاہ کا پیغام پہنچایا۔

حضرت امام علی رضا نے اس عرضداشت

کو مسترد کر دیا اور فرمایا کہ میں اس امر کے لیے اپنے کو پیش

کرنے سے معذور ہوں لیکن چونکہ بادشاہ کا حکم تھا کہ انہیں
ضرور لاؤ اس لیے ان دونوں نے بے انتہا صراحت کیا اور آپ کے
ساتھ اس وقت تک لگے رہے جب تک آپ نے مشروط
طور پر وعدہ نہیں کر لیا (نور الابصار ص ۴۱)۔

امام رضا علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی

تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ جب امین قتل ہوا تو مامون سلطنت
عباسیہ کا مستقل بادشاہ بن گیا یہ ظاہر ہے کہ امین کے قتل ہونے
کے بعد سلطنت مامون کے پائے نام ہو گئی مگر یہ پہلے
کہا جا چکا ہے کہ امین نسیال کی طرف سے عربی النسل تھا
، اور مامون عجمی النسل تھا امین کے قتل ہونے سے عراق کی
عرب قوم اور ارکان سلطنت کے دل مامون کی طرف سے
صاف نہیں ہو سکتے تھے بلکہ وہ ایک غم و غصہ کی کیفیت محسوس

کرتے تھے دوسری طرف خود بنی عباس میں سے ایک بڑی
جماعت جو امین کی طرف دار تھی اس سے بھی مامون کو ہر طرح
خطرہ لگا ہوا تھا۔

اولاد فاطمہ میں سے بہت سے لوگ جو وقتاً فوقتاً بنی عباس کے
مقابل میں کھڑے ہوتے رہتے تھے وہ خواہ قتل کر دیے گئے
ہوں یا جلا وطن کئے گئے ہوں یا قید رکھے گئے ہوں ان کے
موافق جماعت تھی جو اگرچہ حکومت کا کچھ بگاڑ نہ سکتی تھی مگر دل
ہی دل میں حکومت بن عباس سے بیزار ضرور تھی ایران میں
ابو مسلم خراسانی نے بنی امیہ کے خلاف جو اشتعال پیدا کیا وہ ان
مظالم ہی کو یاد دلا کر جو بنی امیہ کے ہاتھوں حضرت امام حسین
علیہ السلام اور دوسرے بنی فاطمہ کے ساتھ کیے تھے اس سے
ایران میں اس خاندان کے ساتھ ہمدردی کا پیدا ہونا فطری تھا
درمیان میں بنی عباس نے اس سے غلط فائدہ اٹھایا مگر اتنی مدت

میں کچھ نہ کچھ تو ایرانیوں کی آنکھیں بھی کھل گئی ہوں گی کہ ہم سے کہا گیا تھا کیا اور اقتدار کن لوگوں نے حاصل کر لیا، ممکن ہے ایرانی قوم کے ان رجحانات کا چرچا مامون کے کانوں تک بھی پہنچا ہو اب جس وقت کہ امین کے قتل کے بعد وہ عرب قوم پر اور بنی عباس کے خاندان پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا اور اسے ہر وقت اس حلقہ سے بغاوت کا اندیشہ تھا، تو اسے سیاسی مصلحت اسی میں معلوم ہوئی کہ عرب کے خلاف عجم اور بنی عباس کے خلاف بنی فاطمہ کو اپنا لیا جائے، اور چونکہ طرز عمل میں خلوص سمجھا نہیں جاسکتا اور وہ عام طبائع پر اثر نہیں ڈال سکتا اگر یہ نمایاں ہو جائے کہ وہ سیاسی مصلحتوں کی بنا پر ہے اس لیے ضرورت ہوئی کہ مامون مذہبی حیثیت سے اپنی شیعیت نوازی اور ولایتِ اہلبیت کے چرچے عوام کے حلقوں میں پھیلائے اور یہ دکھلائے

کہ وہ انتہائی نیک نیتی پر قائم ہے اب ”حق بہ حقدار رسید“ کے
مقولہ کو سچا بنانا چاہتا ہے۔

اس سلسلہ میں جناب شیخ صدوق اعلیٰ اللہ مقامہ نے
تحریر فرمایا ہے کہ اس نے اپنی زندگی کی حکایت بھی شائع کی کہ
جب امین کا اور میرا مقابلہ تھا، اور بہت نازک حالت تھی اور عین
اسی وقت میرے خلاف سیستان اور کرمان میں بھی بغاوت
ہو گئی تھی اور خراسان میں بھی بے چینی پھیلی ہوئی تھی اور فوج
کی طرف سے بھی اطمینان نہ تھا اور اس سخت اور دشوار ماحول
میں، میں نے خدا سے التجا کی اور منت مانی کہ اگر یہ سب
جھگڑے ختم ہو جائیں اور میں بام خلافت تک پہنچوں تو اس
کو اس کے اصل حقدار یعنی اولاد فاطمہ میں سے جو اس کا اہل ہے
اس تک پہنچادوں گا اسی نذر کے بعد سے میرے سب کام بننے لگے
، اور آخر تمام دشمنوں پر مجھے فتح حاصل ہوئی۔

یقیناً یہ واقعہ مامون کی طرف سے اس لیے بیان کیا گیا کہ اس کا طرز عمل خلوص نیت اور حسن نیت پر بھی مبنی سمجھا جائے، یوں تو جو اہلبیت کے کھلے ہوئے دشمن سخت سے سخت تھے وہ بھی ان کی حقیقت اور فضیلت سے واقف تھے اور ان کی عظمت کو جانتے تھے مگر شیعیت کے معنی صرف یہ جاننا تو نہیں ہیں بلکہ محبت رکھنا اور اطاعت کرنا ہیں اور مامون کے طرز عمل سے یہ ظاہر ہے کہ وہ اس دعوے شیعیت اور محبت اہل بیت کا ڈھنڈور لپیٹنے کے باوجود خود امام کی اطاعت نہیں کرنا چاہتا تھا، بلکہ امام کو اپنے منشا کے مطابق چلانے کی کوشش تھی ولی عہد بننے کے بارے میں آپ کے اختیارات کو بالکل سلب کر دیا گیا اور آپ کو مجبور بنا دیا گیا تھا اس سے ظاہر ہے کہ یہ ولی عہد کی تفویض بھی ایک حاکمانہ تشدد تھا جو اس وقت شیعیت کے بھیس میں امام کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔

امام رضا علیہ السلام کا ولی عہد کو قبول کرنا بالکل ویسا ہی تھا
 جیسا ہارون کے حکم سے امام موسیٰ کاظم کا جیل خانہ میں چلا جانا
 اسی لیے جب امام رضا علیہ السلام مدینہ سے خراسان کی طرف
 روانہ ہو رہے تھے تو آپ کے رنج و صدمہ اور اضطراب کی کوئی
 حد نہ تھی روضہ رسول سے رخصت کے وقت آپ کا وہی عالم تھا
 جو حضرت امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے روانگی کے وقت
 تھا دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ بے تابانہ روضہ کے اندر جاتے
 ہیں اور نالہ و آہ کے ساتھ امت کی شکایت کرتے ہیں پھر باہر نکل
 کر گھر جانے کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر دل نہیں مانتا پھر روضہ
 سے جا کر لپٹ جاتے ہیں یہ ہی صورت کئی مرتبہ ہوئی، راوی کا
 بیان ہے کہ میں حضرت کے قریب گیا تو فرمایا اے محول! میں
 اپنے جدا مجد کے روضے سے بہ جبر جدا کیا جا رہا ہوں اب مجھ
 کو یہاں آنا نصیب نہ ہوگا (سوانح امام رضا جلد ۳ ص ۷)۔

محول شیبانی کا بیان ہے کہ جب وہ ناگوار وقت پہنچ گیا کہ حضرت
امام علی رضا علیہ السلام اپنے جد بزرگوار کے روضہ اقدس سے
ہمیشہ کیلے وداع ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ نے تابانہ
اندر جاتے ہیں اور بانالہ وآہ باہر آتے ہیں اور ظلمہ امت کی شکایت
کرتے ہیں یا باہر آ کر گریہ و بکا فرماتے ہیں اور پھر اندر واپس چلے
جاتے ہیں آپ نے چند بار ایسا ہی کیا اور مجھ سے نہ رہا گیا اور میں
نے حاضر ہو کر عرض کی مولا اضطراب کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اے
محول! میں اپنے نانا کے روضہ سے جبراجدا کیا جا رہا ہوں مجھے
اس کے بعد اب یہاں آنا نصیب نہ ہوگا میں اسی مسافرت
اور غریب الوطنی میں شہید کر دیا جاؤں گا، اور ہارون رشید کے
مقبرہ میں مدفون ہوں گا اس کے بعد آپ دولت سرا میں
تشریف لائے اور سب کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تم سے ہمیشہ
کے لیے رخصت ہو رہا ہوں یہ سن کر گھر میں ایک عظیم کھرام

پہا ہو گیا اور سب چھوٹے بڑے رونے لگے، آپ نے سب کو تسلی دی اور کچھ دینار اعزا میں تقسیم کر کے راہ سفر اختیار فرمایا ایک روایت کی بنا پر آپ مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں طواف کر کے خانہ کعبہ کو رخصت فرمایا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا نیشاپور میں ورود مسعود

رجب ۲۰۰ ہجری میں حضرت مدینہ منورہ سے مرو "خراسان" کی جانب روانہ ہوئے اہل و عیال اور متعلقین سب کو مدینہ منورہ ہی میں چھوڑا اس وقت امام محمد تقی علیہ السلام کی عمر پانچ برس کی تھی آپ مدینہ ہی میں رہے مدینہ سے روانگی کے وقت کوفہ اور قم کی سیدھی راہ چھوڑ کر بصرہ اور اہواز کا غیر متعارف راستہ اس خطرہ کے پیش نظر اختیار کیا گیا کہ کہیں عقیدت مندان

امام مزاحمت نہ کریں غرضکہ قطع مراحل اور طے منازل کرتے

ہوئے یہ لوگ نیشاپور کے نزدیک جا پہنچے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ جب آپ کی مقدس سواری نیشاپوری

کے قریب پہنچی تو جملہ علماء و فضلاء شہر نے بیرون شہر

حاضر ہو کر آپ کی رسم استقبال ادا کی، داخل شہر ہوئے تو تمام

خورد و زرگ شوق زیارت میں امنڈ پڑے، مرکب عالی جب

مربعہ شہر (چوک) میں پہنچا تو خلاق سے زمین پر تل رکھنے کی جگہ

نہ تھی اس وقت حضرت امام رضا قاطر نامی خچر پر سوار تھے جس

کا تمام ساز و سامان نقرئی تھا خچر پر عماری تھی اور اس پر دونوں

طرف پردہ پڑے ہوئے تھے اور بروایت چھتری لگی ہوئی تھی

اس وقت امام المحدثین حافظ ابو زرعه رازی اور محمد بن اسلم

طوسی آگے آگے اور ان کے پیچھے اہل علم و حدیث کی ایک عظیم

جماعت حاضر خدمت ہوئی اور باین کلمات امام علیہ السلام

کو مخاطب کیا" اے جمیع سادات کے سردار، اے تمام مومنوں کے امام اور اے مرکز پاکیزگی، آپ کو رسول اکرم کا واسطہ، آپ اپنے اجداد کے صدقہ میں اپنے دیدار کا موقع دیجئے اور کوئی حدیث اپنے جد نامدار کی بیان فرمائیے یہ کہہ کر محمد بن رافع، احمد بن حارث، یحییٰ بن یحییٰ اور اسحاق بن راہویہ نے آپ کے خاطر کی باگ تھام لی۔

ان کی استدعا سن کر آپ نے سواری روک دیئے جانے کے لیے اشارہ فرمایا، اور اشارہ کیا کہ حجاب اٹھا دیئے جائیں فوراً تعمیل کی گئی حاضرین نے جو نہی وہ نورانی چہرہ اپنے پیارے رسول کے جگر گوشہ کا دیکھا سینوں میں دل بیتاب ہو گئے دوز لفین نور انور پر مانند کیسوں کے مشک بوئے جناب رسول خدا چھوٹی ہوئی تھیں کسی کو یارائے ضبط باقی نہ رہا وہ سب کے سب بے اختیار ڈھاریں مار کر رونے لگے بہتوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے کچھ زمین

پر گر کر لوٹنے لگے بعض سواری کے گرد و پیش گھومنے
 اور چکر لگانے لگے اور مرکب اقدس کی زین و لجام چومنے لگے
 اور عماری کا بوسہ دینے لگے آخر مرکب عالی کے قدم چومنے کے
 اشتیاق میں درانہ بڑھے چلے آتے تھے غرضکہ عجیب طرح
 کا ولولہ تھا کہ جمال باکمال کو دیکھنے سے کسی کو سیری نہیں ہوئی
 تھی ٹکٹکی لگائے رخ انور کی طرف نگر اں تھے یہاں تک
 دوپہر ہو گئی اور ان کے موجودہ اشتیاق و تمنا کی پر جوشیوں میں
 کوئی کمی نہیں آئی اس وقت علماء و فضلاء کی جماعت نے
 باواز بلند پکار کر کہا کہ مسلمانوں ذرا خاموش ہو جاؤ،
 اور فرزند رسول کے لیے آزار نہ بنو، ان کی استدعا پر قدرے
 شور و غل تھما تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

حدثنی ابی موسیٰ الکاظم عن ابیہ جعفر الصادق عن

ابیہ محمد الباقر عن ابیہ زین العابدین عن ابیہ الحسین

الشہید بکربلا عن ابیہ علی المرتضیٰ قال حدثنی حبیبی
وقرۃ عینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال
حدثنی جبرئیل علیہ السلام قال حدثنی رب العزت
سبحانہ وتعالیٰ قال لا الہ الا اللہ حصنی فمن قالہا دخل
حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی (مسند امام
رضا علیہ السلام ص ۷ طبع مصر ۱۳۴۱ھ)۔

ترجمہ :

میرے پدر بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم نے مجھ سے بیان
فرمایا اور ان سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے اور ان سے
امام محمد باقر نے اور ان سے امام زین العابدین نے اور ان سے
امام حسین نے اور ان سے حضرت علی مرتضیٰ نے اور ان سے
حضرت رسول کریم جناب محمد مصطفیٰ صلعم نے اور ان سے جناب

جبرئیل امین نے اور ان سے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ
”لا الہ الا اللہ“ میرا قلعہ ہے جو اسے زبان پر جاری کرے گا
میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا اور جو میرے قلعہ میں داخل
ہوگا میرے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا۔

یہ کہہ کر آپ نے پردہ کھینچوا دیا، اور چند قدم بڑھنے کے بعد
فرمایا بشرطہا وشرطہا وانا من شرطہا کہ لا الہ الا اللہ کہنے
والانجات ضرور پائے گا لیکن اس کے کہنے اور نجات پانے میں
چند شرطیں ہیں جن میں سے ایک شرط میں بھی ہوں یعنی
اگر آل محمد کی محبت دل میں نہ ہوگی تو لا الہ الا اللہ کہنا کافی نہ
ہوگا علماء نے ”تاریخ نیشابور“ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس
حدیث کے لکھنے میں مفرد وواتوں کے علاوہ ۲۴ ہزار قلمدان
استعمال کئے گئے احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ یہ حدیث جن
اسناد اور اسماء کے ذریعہ سے بیان فرمائی گئی ہے اگر انہیں اسماء

کو پڑھ کر مجنون پر دم کیا جائے تو ”لافاق من جنونہ“ ضرور اس
 کا جنون جاتا رہے گا اور وہ اچھا ہو جائے گا علامہ شبلنجی
 نورالابصار میں بحوالہ ابوالقاسم تضریری لکھتے ہیں کہ ساسانہ کے
 رہنے والے بعض رؤسا نے جب اس سلسلہ حدیث کو سنا تو اسے
 سونے کے پانی سے لکھوا کر اپنے پاس رکھ لیا اور مرتے وقت
 وصیت کی کہ اسے میرے کفن میں رکھ دیا جائے چنانچہ ایسا ہی
 کیا گیا مرنے کے بعد اس نے خواب میں بتایا کہ خداوند عالم نے
 مجھے ان ناموں کی برکت سے بخش دیا ہے اور میں بہت آرام کی
 جگہ ہوں۔

مؤلف کہتا ہے کہ اسی فائدہ کے لیے شیعہ اپنے کفن میں خواب
 نامہ کے طور پر ان اسماء کو لکھ کر رکھتے ہیں بعض کتابوں میں ہے
 کہ نیشاپور میں آپ سے بہت سے کرامات نمودار ہوئے۔

شہر طوس میں آپ کا نزول و ورود

جب اس سفر میں چلتے چلتے شہر طوس پہنچے تو وہاں دیکھا کہ ایک پہاڑ سے لوگ پتھر تراش کر ہانڈی وغیرہ بناتے ہیں آپ اس سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے اس کے نرم ہونے کی دعا کی وہاں کے باشندوں کا کہنا ہے کہ اس پہاڑ کا پتھر بالکل نرم ہو گیا اور بڑی آسانی سے برتن بننے لگے۔

امارضا کا دار الخلافہ مرو میں نزول

امام علیہ السلام طے مراحل اور قطع منازل کرنے کے بعد جب مرو پہنچے جسے سکندر ذوالقرنین نے بروایت معجم البلدان آباد کیا تھا اور جو اس وقت دارالسلطنت تھا تو مامون نے چند روز ضیافت تکریم کے مراسم ادا کرنے کے بعد قبول خلافت کا سوال پیش کیا حضرت نے اس سے اسی طرح انکار کیا جس

طرح امیر المومنین چوتھے موقعہ پر خلافت پیش کئے جانے کے
 وقت انکار فرما رہے تھے مامون کو خلافت سے دستبردار ہونا
 ، درحقیقت منظور نہ تھا ورنہ وہ امام کو اسی پر مجبور کرتا۔
 چنانچہ جب حضرت نے خلافت کے قبول کرنے سے
 انکار فرمایا، تو اس نے ولیعهدی کا سوال پیش کیا حضرت اس کے
 بھی انجام سے ناواقف نہ تھے نیز بخوشی جابر حکومت کی طرف
 سے کوئی منصب قبول کرنا آپ کے خاندانی اصول کے خلاف تھا
 حضرت نے اس سے بھی انکار فرمایا مگر اس پر مامون
 کا اصرار جبر کی حد تک پہنچ گیا اور اس نے صاف کہہ دیا کہ
 ”لابد من قبولک“ اگر آپ اس کو منظور نہیں کر سکتے تو اس وقت
 آپ کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا جان کا خطرہ قبول
 کیا جاسکتا ہے جب مذہبی مفاد کا قیام جان دینے پر موقوف ہو ورنہ
 حفاظت جان شریعت اسلام کا بنیادی حکم ہے امام نے فرمایا، یہ

ہے تو میں مجبوراً قبول کرتا ہوں مگر کاروبار سلطنت میں بالکل
داخل نہ دوں گا ہاں اگر کسی بات میں مجھ سے مشورہ لیا جائے
تو نیک مشورہ ضرور دوں گا۔

اس کے بعد یہ ولی عہدی صرف برائے نام سلطنت وقت کے
ایک ڈھکوسلے سے زیادہ کوئی وقعت نہ رکھتی تھی جس سے ممکن
ہے کچھ عرصہ تک سیاسی مقصد میں کامیابی حاصل کر لی گئی
ہو مگر امام کی حیثیت اپنے فرایض کے انجام دینے میں بالکل وہ
تھی جو ان کے پیش رو حضرت علی مرتضیٰ اپنے زمانے کے
باقتدار طاقتوں کے ساتھ اختیار کر چکے تھے جس طرح ان کا کبھی
کبھی مشورہ دیدنا ان حکومتوں کو صحیح و ناجائز نہیں بنا سکتا ویسے ہی
امام رضا علیہ السلام کا اس نوعیت سے ولی عہدی کا قبول فرمانا اس
سلطنت کے جواز کا باعث نہیں ہو سکتا تھا صرف مامون کی ایک
راج ہٹ تھی جو سیاسی غرض کے پیش نظر اس طرح پوری ہو گئی

مگر امام نے اپنے دامن کو سلطنت ظلم کے اقدامات اور نظم
و نسق سے بالکل الگ رکھا۔

تواریخ میں ہے کہ مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام
سے کہا کہ شرطیں قبول کر لیں اس کے بعد آپ نے دونوں
ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کئے اور بارگاہ اہدیت میں عرض
کی پروردگار تو جانتا ہے کہ اس امر کو میں نے بہ مجبور و ناچار
اور خوف قتل کی وجہ سے قبول کر لیا ہے۔

خداوند التو میرے اس فعل پر مجھ سے اسی طرح مواخذہ نہ
کرنا جس طرح جناب یوسف اور جناب دانیال سے باز پرس نہیں
فرمائی اس کے بعد کہا میرے پالنے والے تیرے عہد کے سوا کوئی
عہد نہیں اور تیری عطا کی ہوئی حیثیت کے سوا کوئی عزت نہیں
خدا یا تو مجھے اپنے دین پر قائم رہنے ک توفیق عنایت فرما، خواجہ
محمد پارسا کا کہنا ہے کہ ولیعہدی کے وقت آپ رورہے تھے

ملا حسین لکھتے ہیں کہ مامون کی طرف سے اصرار اور حضرت کی طرف سے انکار کا سلسلہ دو ماہ جاری رہا اس کے بعد ولی عہدی قبول کی گئی۔

جلسہ ولیعہدی کا انعقاد

یکم رمضان ۲۰۱ ہجری بروز پنجشنبہ جلسہ ولیعہدی منعقد ہوا، بڑی شان و شوکت اور تزک و احتشام کے ساتھ یہ تقریب عمل میں لائی گئی سب سے پہلے مامون نے اپنے بیٹے عباس کو اشارہ کیا اور اس نے بیعت کی، پھر اور لوگ بیعت سے شرفیاب ہوئے سونے اور چاندی کے سکے سر مبارک پر نثار ہوئے اور تمام ارکان سلطنت اور ملازمین کو انعامات تقسیم ہوئے مامون نے حکم دیا کہ حضرت کے نام کا سکہ تیار کیا جائے، چنانچہ

درہم و دینا پر حضرت کے نام کا نقش ہوا، اور تمام قلمرو میں وہ سکھ
 چلایا گیا جمعہ کے خطبہ میں حضرت کا نام نامی داخل کیا گیا۔
 یہ ظاہر ہے کہ حضرت کے نام مبارک کا سکھ عقیدت مندوں
 کے لیے تبرک اور ضمانت کی حیثیت رکھتا تھا اس سکھ
 کو سفر و حضر میں حرز جان کے لیے ساتھ رکھنا یقینی امر تھا صاحب
 جنات الخلود نے بحر و بر کے سفر میں تحفظ کے لیے آپ کے توسل
 کا ذکر کیا ہے اسی کی یادگار میں بطور ضمانت بعقیدہ تحفظ ہم اب
 بھی سفر میں بازو پر امام ضامن ثامن کا پیسہ باندھتے ہیں۔
 علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ ۳۳ ہزار عباسی مردوزن وغیرہ
 کی موجودگی میں آپ کو ولیعہد خلافت بنا دیا گیا اس کے بعد اس
 نے تمام حاضرین سے حضرت امام علی رضا کے لیے بیعت لی
 اور دربار کا لباس بجائے سیاہ کے سبز قرار دیا گیا جو سادات کا امتیازی
 لباس تھا فوج کی وردی بھی بدل دی گئی تمام ملک میں احکام

شاہی نافذ ہوئے کہ مامون کے بعد علی رضا تخت و تاج کے مالک ہیں اور ان کا لقب ہے ”الرضا من آل محمد“ حسن بن سہل کے نام بھی فرمان گیا کہ ان کے لیے بیعت عام لی جائے اور عموماً اہل فوج و عمائد بنی ہاشم سبز رنگ کے پھر ہرے اور سبز کلاہ و قبائیں استعمال کریں۔

علامہ شریف جرجانی نے لکھا ہے کہ قبول ولیعہدی کے متعلق جو تحریر حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کو لکھی اس کا مضمون یہ تھا کہ ”چونکہ مامون نے ہمارے ان حقوق کو تسلیم کر لیا ہے جن کو ان کے آباؤ اجداد نے نہیں پہچانا تھا لہذا میں نے اس کی درخواست ولی عہدی قبول کر لی اگرچہ جفر و جامعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام انجام کو نہ پہنچے گا۔“

علامہ شبلی نجی لکھتے ہیں کہ قبول ولیعہدی کے سلسلہ میں آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا تھا اس پر گواہ کی حیثیت سے فضل بن سہل

، سہل بن فضل ، یحییٰ بن اکثم ، عبد اللہ بن طاہر ، ثمامہ بن
 اثرس ، بشر بن معتمر ، حماد بن نعمان وغیر ہم کے دستخط تھے
 انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے اس جلسہ
 ولیعہدی میں اپنے مخصوص عقیدت مندوں کو قریب بلا کر کان
 میں فرمایا تھا کہ اس تقریب پر دل میں خوشی کو جگہ نہ دو ملاحظہ
 ہو صواعق محرقہ ص ۱۲۲ ، مطالب السول ص ۲۸۲ ، نور الابصار
 ص ۱۴۲ ، اعلام الوری ص ۱۹۳ ، کشف الغمہ ص ۱۱۲ ، جنات
 الخلود ص ۳۱ ، المامون ص ۸۲ ، وسیلۃ النجات ص ۳۷۹ ، ارجح
 المطالب ص ۴۵۴ ، مسند امام رضا ص ۷ ، تاریخ طبری ، شرح
 مواقف ، تاریخ آئمہ ص ۴۷۲ ، تاریخ احمدی ص ۳۵۴
 ، شواہد النبوت ، ینایع المودۃ ، فصل الخطاب ، حلیۃ الاولیاء ، روضۃ
 الصفا ، عیون اخبار رضا ، دمعہ ساکبہ ، سوانح امام رضا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعهدی کا دشمنوں پر اثر
تاریخ اسلام میں ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی ولیعهدی کی
خبر سن کر بغداد کے عباسی یہ خیال کر کے کہ خلافت ہمارے
خاندان سے نکل چکی ہے کمال دل سوختہ ہوئے اور انہوں نے
ابراہیم بن مہدی کو بغداد کے تخت پر بٹھا دیا اور محرم ۲۰۲ ہجری
میں مامون کی معزولی کا اعلان کر دیا بغداد اور اس کے نواح میں
بالکل بد نظمی پھیل گئی لچے غنڈے دن دھاڑے لوٹ مار کرنے
لگے جنوبی عراق اور حجاز میں بھی معاملات کی حالت ایسی ہی
خراب ہو رہی تھی فضل وزیر اعظم سب خبروں کو بادشاہ سے
پوشیدہ رکھتا تھا مگر امام رضا علیہ السلام نے اسے خبردار کر دیا
بادشاہ وزیر کی طرف سے بدگمان ہو گیا مامون کو جب ان
شورشوں کی خبر ہوئی تو بغداد کی طرف روانہ ہو گیا سرخس میں

پہنچ کر اس نے فضل بن سہل وزیر سلطنت کو حمام میں قتل

کرادیا (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۶۱)۔

شمس العلماء شبلی نعمانی حضرت امام رضا کی بیعت و لیعہدی

کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس انوکھے حکم نے بغداد میں

ایک قیامت انگیز ہلچل مچادی اور مامون سے مخالفت کا پیمانہ

لبریز ہو گیا بعضوں نے (سبز رنگ و غیرہ کے اختیار کرنے کے حکم

کی بہ جبر تعمیل کی مگر عام صدا یہی تھی کہ خلافت خاندان عباس

کے دائرہ سے باہر نہیں جاسکتی (المامون ص ۸۲)۔

علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام جب ولی

عہد خلافت مقرر کئے جانے لگے مامون کے حاشیہ نشین سخت

بدظن اور دل تنگ ہو گئے اور ان پر یہ خوف چھا گیا کہ اب خلافت

بنی عباس سے نکل کر بنی فاطمہ کی طرف چلی جائے گی اور اسی

تصور نے انہیں حضرت امام رضا علیہ السلام سے سخت متنفر کر دیا
(نور الابصار ص ۱۴۳)۔

واقعہ حجاب

مورخین لکھتے ہیں کہ اس واقعہ ولیعہدی سے لوگوں میں اس
درجہ بغض و حسد اور کینہ پیدا ہو گیا کہ وہ لوگ معمولی معمولی
باتوں پر اس کا مظاہرہ کر دیتے تھے علامہ شبلی نجفی اور علامہ ابن طلحہ
شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کا ولیعہدی کے
بعد یہ اصول تھا کہ آپ مامون سے اکثر ملنے کے لیے تشریف
لے جایا کرتے تھے اور ہوتا یہ تھا کہ جب آپ دہلیز کے قریب
پہنچتے تھے تو تمام دربان اور خدام آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے
ہو جاتے تھے اور سلام کر کے پردہ دراٹھایا کرتے تھے ایک دن
سب نے مل کر طے کر لیا کہ کوئی پردہ نہ اٹھائے چنانچہ ایسا ہی

ہو جب امام علیہ السلام تشریف لائے تو حجاب نے پردہ نہیں اٹھایا مطلب یہ تھا کہ اس سے امام کی توہین ہوگی، لیکن اللہ کے ولی کو کوئی ذلیل نہیں کر سکتا جب ایسا واقعہ آیا تو ایک تندہوانے پردہ اٹھایا اور امام داخل دربار ہو گئے پھر جب آپ واپس تشریف لائے تو ہوانے بدستور پردہ اٹھانے میں سبقت کی اسی طرح کئی دن تک ہوتا رہا بالآخر وہ سب کے سب شرمندہ ہو گئے اور امام علیہ السلام کی خدمت مثل سابق کرنے لگے (نور الابصار ص ۱۴۳، مطالب السؤل ص ۲۸۲، شواہد النبوت

ص ۱۹۷)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام اور نماز عید

ولی عہدی کو ابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ عید کا موقع آگیا مامون نے حضرت سے کہلا بھیجا کہ آپ سواری پر جا کر لوگوں کو نماز عید پڑھائیں حضرت نے فرمایا کہ میں نے پہلے ہی تم سے شرط کر لی ہے کہ بادشاہت اور حکومت کے کسی کام میں حصہ نہیں لوں گا اور نہ اس کے قریب جاؤں گا اس وجہ سے تم مجھ کو اس نماز عید سے بھی معاف کر دو تو بہتر ہے ورنہ میں نماز عید کے لیے اسی طرح جاؤں گا جس طرح میرے جد امجد حضرت محمد رسول اللہ صلعم تشریف لے جایا کرتے تھے مامون نے کہا کہ آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں جائیں اس کے بعد اس نے سواروں اور پیادوں کو حکم دیا کہ حضرت کے دروازے پہ حاضر ہوں۔

جب یہ خبر شہر میں مشہور ہوئی تو لوگ عید کے روز سڑکوں
اور چھتوں پر حضرت کی سواری کی شان دیکھنے کو جمع ہو گئے، اکی
بھیڑ لگ گئی عورتوں اور لڑکوں سب کو آرزو تھی کہ حضرت کی
زیارت کریں اور آفتاب نکلنے کے بعد حضرت نے غسل

کیا اور کپڑے بدلے، سفید عمامہ

سر پر باندھا، عطر لگایا اور عصا ہاتھ میں لے کر عید گاہ جانے
پر آمادہ ہو گئے اس کے بعد نوکروں اور غلاموں کو حکم دیا کہ تم
بھی غسل کر کے کپڑے بدل لو اور اسی طرح پیدل چلو۔

اس انتظام کے بعد حضرت گھر سے باہر نکلے پانچامہ آدمی پنڈلی
تک اٹھالیا کپڑوں کو سمیٹ لیا، ننگے پاؤں ہو گئے اور پھر دو تین
قدم چل کر کھڑے ہو گئے اور سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے
کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، حضرت کے ساتھ نوکروں، غلاموں اور فوج
کے سپاہیوں نے بھی تکبر کہی راوی کا بیان ہے کہ جب امام

رضاعلیہ السلام تکبر کہتے تھے تو ہم لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ
درودیوار اور زمین آسمان سے حضرت کی تکبیر کا جواب سنائی
دیتا ہے اس ہیبت کو دیکھ کر یہ حالت ہوئی کہ سب لوگ اور خود
لشکر والے زمین پر گر پڑے سب کی حالت بدل گئی لوگوں نے
چھریوں سے اپنی جوتیوں کے کل تسمے کاٹ دیئے اور جلدی
جلدی جوتیاں پھینک کر ننگے پاؤں ہو گئے شہر بھر کے لوگ چیخ
چیخ کر رونے لگے ایک کہرام مچا ہوا گیا۔

اس کی خبر مامون کو بھی ہو گئی اس کے وزیر فضل بن سہل نے
اس سے کہا کہ اگر امام رضا اسی حالت سے عید گاہ تک پہنچ جائیں
گے تو معلوم نہیں کیا فتنہ اور ہنگام برپا ہو جائے گا سب لوگ ان کی
طرف ہو جائیں گے اور ہم نہیں جانتے کہ ہم لوگ کیسے بچیں گے
وزیر کی اس تقریر پر متنبہ ہو کر مامون نے اپنے پاس سے ایک
شخص کو حضرت کی خدمت میں بھیج کر کہلا بھیجا کہ مجھ سے غلطی

ہو گئی جو آپ سے عید گاہ جانے کے لیے کہا اس سے آپ کو زحمت ہو رہی ہے اور میں آپ کی مشقت کو پسند نہیں کرتا بہتر ہے کہ آپ واپس چلے آئیں اور عید گاہ جانے کی زحمت نہ فرمائیں پہلے جو شخص نماز پڑھاتا تھا وہ پڑھائے گا یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام واپس تشریف لائے اور نماز عید نہ پڑھا سکے (وسیلۃ النجات ص ۳۸۲، مطالب السؤل ص ۲۸۲ و اصول کافی)۔

علامہ شبلی نجفی لکھتے ہیں، فرجع علی رضالی بیتہ و رکب

المامون فصلی بالناس ”کہ امام رضا علیہ السلام دولت سرا کو واپس تشریف لائے اور امامون نے جا کر نماز پڑھائی (نور الابصار ص ۱۴۳)۔

حضرت امام رضا کی مدح سرائی اور دعبیل خزاعی اور ابونواس
 عرب کے مشہور شاعر جناب دعبیل خزاعی کا نام ابو علی دعبیل
 ابن علی بن زرین ہے آپ ۱۲۸ ہجری میں پیدا کر ۲۲۵ ہجری
 میں بمقام شوش وفات پا گئے (رجال طوسی ۳۷۶)
 ۔ اور ابونواس کا پورا نام ابو علی حسن بن ہانی ابن عبدالاول ہوازی
 بصری بغدادی ہے یہ ۱۳۶ ہجری میں پیدا ہو کر ۱۹۶ ہجری میں
 فوت ہوئے دعبیل آل محمد کے مدح خاص تھے اور ابونواس ہارون
 رشید امین و مامون کا ندیم تھا۔

دعبیل خزاعی کے بے شمار اشعار مدح آل محمد میں موجود ہیں
 علامہ شبلی نجفی تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت امام
 رضا علیہ السلام ولی عہد سلطنت تھے دعبیل خزاعی ایک دن
 دار السلطنت مرو میں آپ سے ملے اور انہوں نے کہا کہ
 حضور میں نے آپ کی مدح میں ۱۲۰ اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ

لکھا ہے میری تمنا ہے میں اسے سب سے پہلے حضور ہی کو سناؤں

حضرت نے فرمایا بہتر ہے، پڑھو:

دعبل خزاعی نے اشعار پڑھنا شروع کیا قصیدہ کا مطلع یہ ہے:

ذکرت محل الربع من عرفات

فاجريت دمع العين بالعبرات

جب دعبل قصیدہ پڑھ چکے تو امام علیہ السلام نے ایک سواشر فی کی تھیلی انہیں عطا فرمائی دعبل نے شکر یہ ادا کرنے کے بعد اسے

واپس کرتے ہوئے کہا کہ مولا میں نے یہ قصیدہ قربۃ الی اللہ

کہا ہے میں کوئی عطیہ نہیں چاہتا خدا نے مجھے سب کچھ دے

رکھا ہے البتہ حضور اگر مجھے جسم سے اترے ہوئے کپڑے عنایت

فرمادیں، تو وہ میری عین خواہش کے مطابق ہوگا آپ نے ایک

جبہ عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ اس رقم کو بھی رکھ لو یہ تمہارے
کام آئے گی دعبیل نے اسے لے لیا۔

تھوڑے عرصہ کے بعد دعبیل مرو سے عراق جانے والے
قافلے کے ساتھ ہو کر روانہ ہوئے راستہ میں چوروں نے
اور ڈاکوں نے حملہ کر کے سب کچھ لوٹ لیا اور چند آدمیوں
کو گرفتار بھی کر لیا جن میں دعبیل بھی تھے ڈاکوؤں نے مالی
تقسیم کرتے وقت دعبیل کا ایک شعر پڑھا دعبیل نے پوچھا یہ کس
کا شعر ہے انہوں نے کسی کا ہو گا دعبیل نے کہا کہ یہ میرا شعر ہے
اس کے بعد انہوں نے سارا قصیدہ سنا دیا ان لوگوں نے دعبیل کے
صدقے میں سب کو چھوڑ دیا اور سب کمال واپس کر دیا یہاں
تک کہ یہ نوبت آئی کہ ان لوگوں نے واقعہ سن کر امام
رضا کا دیا ہوا جبہ خریدنا چاہا، اور اس کی قیمت ایک ہزار دینار لگائی
دعبیل نے جواب دیا کہ یہ میں نے بطور تبرک اپنے پاس

رکھا ہے اسے فروخت نہ کروں گا بااثر بار بار گرفتار ہونے کے
 بعد انہوں نے اسے ایک ہزار اشرفی پر فروخت کر دیا۔
 علامہ شبلی نجفی بحوالہ ابو صلت ہروی لکھتے ہیں کہ دعبیل نے جب
 امام رضا کے سامنے یہ قصیدہ پڑھا تھا تو آپ رو رہے تھے اور آپ
 نے دو بیتوں کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ اشعار الہامی ہیں
 (نور الابصار ص ۱۳۸)۔

علامہ عبدالرحمن لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے
 قصیدہ سنتے ہوئے نفس زکیہ کے تذکرہ پر فرمایا کہ اے دعبیل
 اس جگہ ایک شعر کا اور اضافہ کرو، تاکہ تمہارا قصیدہ مکمل
 ہو جائے انہوں نے عرض کی مولا فرمائیے ارشاد ہوا:

وقبر بطوس نالھا من مصیبة
 الحت علی الاحشاء بالزفرات

د عبیل نے گھبرا کے پوچھا مولا، یہ کس کی قبر ہوگی، جس کا حضور نے حوالہ دیا ہے فرمایا اے د عبیل یہ قبر میری ہوگی اور میں عنقریب اس عالم میں غربت میں جب کہ میرے اعزاء و اقرباء بال بچے مدینہ میں ہیں شہید کر دیا جاؤں گا اور میری قبر یہیں بنے گی اے د عبیل جو میری زیارت کو آئے گا جنت میں میرے ہمراہ ہوگا (شواہد النبوت ص ۱۹۹)۔

د عبیل کا یہ مشہور قصیدہ مجالس المؤمنین ص ۲۶۶ میں مکمل منقول ہے البتہ اس کا مطلع بدلا ہوا ہے علامہ شیخ عباس قمی نے لکھا ہے کہ د عبیل نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا ”طبقات الشعراء“ (سفینۃ البحار جلد ۱ ص ۲۲۱)۔

ابونواس کے متعلق علماء اسلام لکھتے ہیں کہ ایک دن اس کے دوستوں نے اس سے کہا کہ تم اکثر شعرا کہتے ہو اور پھر مدح بھی

کیا کرتے ہو لیکن افسوس کی بات ہے کہ تم نے حضرت امام
رضاعلیہ السلام کی مدح میں اب تک کوئی شعر نہیں کہا اس نے
جواب دیا کہ حضرت کی جلالت قدر ہی نے مجھے مدح سرائی سے
روکا ہے میری ہمت نہیں پڑتی کہ آپ کی مدح کروں یہ کہہ
کر اس نے چند شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

لوگوں نے مجھ سے کہا کہ عمدہ کلام کے ہر رنگ اور مذاق کے
اشعار سب لوگوں سے سننے والوں کے سامنے موتی جھڑتے ہیں
پھر تم نے حضرت کے فضائل و مناقب میں کوئی قصیدہ کیوں
نہیں کہا؟ تو میں نے سب کے جواب میں کہہ دیا کہ بھائیو جن
جلیل الشان امام کے آباء کرام کے خادم جبرئیل ایسے فرشتے
ہوں ان کی مدح کرنا مجھ سے ممکن نہیں ہے۔

اس کے بعد اس نے چند اشعار آپ کی مدح میں لکھے جس

کا ترجمہ یہ ہے:

یہ حضرات آئمہ طاہرین خدا کے پاک و پاکیزہ کئے ہوئے ہیں اور ان کا لباس بھی طیب و طاہر ہے جہاں بھی ان کا ذکر ہوتا ہے وہاں ان پر درود کا نعرہ بلند ہو جاتا ہے جب حسب و نسب بیان ہوتے وقت کوئی شخص علوی خاندان کا نہ نکلے تو اس کو ابتدائے زمانہ سے کوئی فخر کی بات نہیں ملے گی جب خدا نے سب سے زیادہ شریف بھی قرار دیا اور سب پر فضیلت بھی دی، میں سچ کہتا ہوں کہ آپ حضرات ہی ملا اعلیٰ ہیں اور آپ ہی کے پاس قرآن مجید کا علم اور سوروں کے مطالب و مفاہیم ہیں ” (وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۳۲۲، نور الابصار ص ۱۳۸ طبع مصر)۔

مذاہب عالم کے علماء سے حضرت امام رضا کے علمی مناظرے مامون رشید کو خود بھی علمی ذوق تھا اس نے ولی عہدی کے مرحلہ کو طے کرنے کے بعد حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے

کافی استفادہ کیا پھر اپنے ذوق کے تقاضے پر اس نے مذاہب عالم کے علماء کو دعوت مناظرہ دی اور ہر طرف سے علماء کو طلب کر کے حضرت امام رضا علیہ السلام سے مقابلہ کرایا عہد مامون میں امام علیہ السلام سے جس قدر مناظرے ہوئے ہیں ان کی تفصیل اکثر کتب میں موجود ہے اس سلسلہ میں احتجاجی طبرسی، بحار، دمعہ ساکبہ، وغیرہ جیسی کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں، میں اختصار کے پیش نظر صرف دو چار مناظرے لکھتا ہوں۔

عالم نصاریٰ سے مناظرہ

مامون رشید کے عہد میں نصاریٰ کا ایک بہت بڑا عالم و مناظر شہرت عامہ رکھتا تھا جس کا نام ”جاثلیق“ تھا اس کی عادت تھی کہ متکلمین اسلام سے کہا کرتا تھا کہ ہم تم دونوں نبوت عیسیٰ اور ان کی کتاب پر متفق ہیں اور اس بات پر بھی اتفاق

رکھتے ہیں کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اختلاف ہے تو صرف نبوت محمد
مصطفیٰ صلعم میں ہے تم ان کی نبوت کا اعتقاد رکھتے ہو اور ہمیں
انکار ہے پھر ہم تم ان کی وفات پر متفق ہو گئے ہیں اب ایسی
صورت میں کونسی دلیل تمہارے پاس باقی ہے جو ہمارے لیے
حجت قرار پائے یہ کلام سن کر اکثر مناظر خاموش ہو جایا کرتے
تھے۔

مامون رشید کے اشارے پر ایک دن وہ حضرت امام رضا علیہ
السلام سے بھی ہم کلام ہوا موقع مناظرہ میں اس نے مذکورہ
سوال دہراتے ہوئے کہا کہ پہلے آپ یہ فرمائیں کہ حضرت
عیسیٰ کی نبوت اور ان کی کتاب دونوں پر آپ کا ایمان و اعتقاد ہے
یا نہیں آپ نے ارشاد فرمایا، میں اس عیسیٰ کی نبوت کا یقینا
اعتقاد رکھتا ہوں جس نے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلعم
کی نبوت کی اپنے حواریں کو بشارت دی ہے اور اس کتاب کی

تصدیق کرتا ہوں جس میں یہ بشارت درج ہے جو عیسائی اس کے
 معترف نہیں اور جو کتاب اس کی شارح اور مصدق نہیں اس
 پر میرا ایمان نہیں ہے یہ جواب سن کر جاٹلیق خاموش ہو گیا۔
 پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے جاٹلیق ہم اس عیسیٰ کو جس
 نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی
 بشارت دی، نبی برحق جانتے ہیں مگر تم ان کی تنقیص کرتے ہو،
 اور کہتے ہو کہ وہ نماز روزہ کے پابند نہ تھے جاٹلیق نے کہا کہ ہم
 تو یہ نہیں کہتے وہ تو ہمیشہ قائم اللیل اور صائم النہار رہا کرتے تھے
 آپ نے فرمایا عیسیٰ تو بنا براعتقاد نصاریٰ خود معاذ اللہ خدا تھے تو یہ
 روزہ اور نماز کس کے لیے کرتے تھے یہ سن کر جاٹلیق مبہوت
 ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

البتہ یہ کہنے لگا کہ جو مردوں کو زندہ کرے جذامی کو شفا دے
 نابینا کو بینا کر دے اور پانی پر چلے کیا وہ اس کا سزاوار نہیں کہ اس کی

پرستش کی جائے اور اسے معبود سمجھا جائے آپ نے فرمایا اٰلِیْسِیَع
بھی پانی پر چلتے تھے اندھے کوڑی کوشفا دیتے تھے اسی طرح
حزقیل پیغمبر نے ۳۵ ہزار انسانوں کو ساٹھ برس کے بعد زندہ کیا
تھا قوم اسرائیل کے بہت سے لوگ طاعون کے خوف سے اپنے
گھر چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے حق تعالیٰ نے ایک ساعت میں سب
کو مار دیا بہت دنوں کے بعد ایک نبی استخوان ہائے بوسیدہ
پر گزرے تو خداوند تعالیٰ نے ان پر وحی نازل کی کہ انہیں
آواز دو انہوں نے کہا کہ اے استخوان بالیہ "استخوان مردہ) اٹھ
کھڑے ہو وہ سب بحکم خدا اٹھ کھڑے ہوئے اسی طرح حضرت
ابراہیم کے پرندوں کو زندہ کرنے اور حضرت موسیٰ کے کوہ
طور پر لے جانے اور رسول خدا کے اٰحیاء اموات فرمانے کا حوالہ
دے کر فرمایا کہ ان چیزوں پر تورات انجیل اور قرآن مجید کی
شہادت موجود ہے اگر مردوں کو زندہ کرنے سے انسان

خدا ہو سکتا ہے تو یہ سب انبیاء بھی خدا ہونے کے مستحق ہیں یہ سن کر وہ چپ ہو گیا اور اس نے اسلام قبول کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ دیکھا۔

عالم یہود سے مناظرہ

عالم یہود میں سے ایک عالم جس کا نام ”راس الجالوت“ تھا کو اپنے علم پر بڑا غرور اور تکبر و ناز تھا وہ کسی کو بھی اپنی نظر میں نہ لاتا تھا ایک دن اس کا مناظرہ اور مباحثہ فرزند رسول حضرت امام رضا علیہ السلام سے ہو گیا آپ سے گفتگو کے بعد اس نے اپنے علم کی حقیقت جانی اور سمجھا کہ میں خود فریبی میں مبتلا ہوں۔

امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد اس نے اپنے خیال کے مطابق بہت سخت سوالات کئے جن کے تسلی بخش

اور اطمینان آفرین جوابات سے بہرہ ور ہو جب وہ سوالات
کر چکا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے راس الجالوت! تم
تورات کی اس عبارت کا کیا مطلب سمجھتے ہو کہ ”آیا نور سینا سے
روشن ہوا جبل ساعیر سے اور ظاہر ہوا کوہ فاران سے“ اس نے
کہا کہ اسے ہم نے پڑھا ضرور ہے لیکن اس کی تشریح سے واقف
نہیں ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ نور سے وحی مراد ہے طور سینا سے وہ
پہاڑ مراد ہے جس پر حضرت موسیٰ خدا سے کلام کرتے تھے جبل
ساعیر سے محل و مقام عیسیٰ علیہ السلام مراد ہے کوہ فاران سے
جبل مکہ مراد ہے جو شہر سے ایک منزل کے فاصلے پر واقع ہے
پھر فرمایا تم نے حضرت موسیٰ کی یہ وصیت دیکھی ہے کہ
تمہارے پاس بنی اخوان سے ایک نبی آئے گا اس کی بات
ماننا اور اس کے قول کی تصدیق کرنا اس نے کہا ہاں دیکھی ہے

آپ نے پوچھا کہ بنی اخوان سے کون مراد ہے اس نے کہا معلوم نہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ اولاد اسماعیل ہیں، کیوں کہ وہ حضرت ابراہیم کے ایک بیٹے ہیں اور بنی اسرائیل کے مورث اعلیٰ حضرت اسحاق بن ابراہیم کے بھائی ہیں اور انہیں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اس کے بعد جبل فاران والی بشارت کی تشریح فرما کر کہا کہ شعیا نبی کا قول توریت میں مذکور ہے کہ میں نے دو سوار دیکھے کہ جن کے پر تو سے دنیا روشن ہو گئی، ان میں ایک گدھے پر سواری کئے تھا اور ایک اونٹ پر، اے اس الجالوت تم بتلا سکتے ہو کہ اس سے کون مراد ہیں؟ اس نے انکار کیا، آپ نے فرمایا کہ راکب الحمار سے حضرت عیسیٰ اور راکب الجمل سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلعم ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ تم حضرت حبشوق نبی کے اس قول سے
 واقف ہو کہ خدا اپنا بیان جبل فاران سے لایا اور تمام آسمان
 حمد الہی کی (آوازوں) سے بھر گئے اسکی امت اور اس کے لشکر کے
 سوار خشکی اور تری میں جنگ کریں گے ان پر ایک کتاب آئے گی
 اور سب کچھ بیت المقدس کی خرابی کے بعد ہوگا اس کے
 بعد ارشاد فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ تمہارے پاس حضرت موسیٰ علیہ
 السلام کی نبوت کی کیا دلیل ہے اس نے کہا کہ ان سے وہ
 امور ظاہر ہوئے، جو ان سے پہلے کے انبیاء پر نہیں ہوئے تھے
 مثلاً دریائے نیل کا شگافتہ ہونا، عصا کا سانپ بن جانا، ایک
 پتھر سے بارہ چشمہ جاری ہو جانا اور ید بیضا وغیرہ،
 آپ نے فرمایا کہ جو بھی اس قسم کے معجزات کو ظاہر کرے
 اور نبوت کا مدعی ہو، اس کی تصدیق کرنی چاہیے اس نے کہا نہیں
 آپ نے فرمایا کیوں؟ کہا اس لیے کہ موسیٰ کو جو قربت

یا منزلت حق تعالیٰ کے نزدیک تھی وہ کسی کو نہیں ہوئی لہذا ہم
پر واجب ہے کہ جب تک کوئی شخص بعینہ وہی معجزات و کرامات
نہ دکھلائے ہم اس کی نبوت کا اقرار نہ کریں، ارشاد فرمایا کہ تم
موسیٰ سے پہلے انبیاء مرسلین کی نبوت کا کس طرح اقرار کرتے
ہو حالانکہ انہوں نے نہ کوئی دریا شگافتہ کیا، نہ کسی پتھر سے چشمے

نکالے نہ ان کا ہاتھ روشن ہوا، اور نہ ان کا عصا اژدھا بنا، اس
الجالوت نے کہا کہ جب ایسے امور و علامات خاص طور سے ان
سے ظاہر ہوں جن کے اظہار سے عموماً تمام خلایق عاجز ہو، تو وہ
اگرچہ بعینہ ایسے معجزات ہوں یا نہ ہوں ان کی تصدیق ہم
پر واجب ہو جائے گی حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ
حضرت عیسیٰ بھی مردوں کو زندہ کرتے تھے

کو ر مادر نوزاد کو بینا بناتے تھے مبروص کو شفا دیتے تھے مٹی کی

چڑیا بنا کر ہوا میں اڑاتے تھے وہ یہ امور ہیں جن سے عام لوگ عاجز ہیں پھر تم ان کو پیغمبر کیوں نہیں مانتے؟

اس الجالوت نے کہا کہ لوگ ایسا کہتے ہیں، مگر ہم نے ان کو ایسا کرتے دیکھا نہیں ہے فرمایا تو کیا آیات و معجزات موسیٰ کو تم نے پکشم خود دیکھا ہے آخر وہ بھی تو معتبر لوگوں کی زبانی سنا ہی ہو گا ویسا ہی اگر عیسیٰ کے معجزات ثقہ اور معتبر لوگوں سے سنو، تو تم کو ان کی نبوت پر ایمان لانا چاہئے اور بالکل اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ کی نبوت و رسالت کا اقرار آیات و معجزات کی روشنی میں کرنا چاہیئے سنو ان کا عظیم معجزہ قرآن مجید ہے جس کی فصاحت و بلاغت کا جواب قیامت تک نہیں دیا جاسکے گا یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا۔

عالم مجوسی سے مناظرہ

مجوسی یعنی آتش پرست کا ایک مشہور عالم ہر بذاکبر حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر علمی گفتگو کرنے لگا آپ نے اس کے سوالات کے مکمل جوابات عنایت فرمائے اس کے بعد اس سے سوال کیا کہ تمہارے پاس زرتشت کی نبوت کی کیا دلیل ہے اس نے کہا کہ انہوں نے ہماری ایسی چیزوں کی طرف رہبری فرمائی ہے جس کی طرف پہلے کسی نے رہنمائی نہیں کی تھی ہمارے اسلاف کہا کرتے تھے کہ زرتشت نے ہمارے لیے وہ امور مباح کئے ہیں کہ ان سے پہلے کسی نے نہیں کئے تھے آپ نے فرمایا کہ تم کو اس امر میں کیا عذر ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کسی نبی اور رسول کے فضائل و کمالات تم پر روشن کرے اور تم اس کے ماننے میں پس و پیش کرو، مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم نے معتبر لوگوں سے سن کر زرتشت کی نبوت مان

لی اسی طرح معتبر لوگوں سے سن کر انبیاء اور رسل کی نبوت کے ماننے میں تمہیں کیا عذر ہو سکتا ہے؟ یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا۔

آپ کی تصانیف

علماء نے آپ کی تصانیف میں صحیفۃ الرضا، صحیفۃ الرضویہ، طب الرضا اور مسند امام رضا کا حوالہ دیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ آپ کی تصانیف ہیں صحیفۃ الرضا کا ذکر علامہ مجلسی علامہ طبرسی اور علامہ زمخشری نے کیا ہے اس کا اردو ترجمہ حکیم اکرام الرضا لکھنوی نے طبع کرایا تھا اب جو تقریباً ناپید ہے۔ صحیفۃ الرضویہ کا ترجمہ مولوی شریف حسین صاحب بریلوی نے کیا ہے طب الرضا کا ذکر علامہ مجلسی شیخ منتخب الدین نے کیا ہے اس کی شرح فضل اللہ بن علی الراوندی نے لکھی ہے اسی کو رسالہ ذہبیہ بھی کہتے ہیں اور اس کا ترجمہ مولانا حکیم مقبول

احمد صاحب قبلہ مرحوم نے بھی کیا ہے اس کا تذکرہ شمس العلماء
شبلی نعمانی نے المامون ص ۹۲ میں کیا ہے مسند امام
رضا کا ذکر علامہ چلیپی نے کتاب کشف الظنون میں کیا ہے جس
کو علامہ عبداللہ امرت ساری نے کتاب ارنج المطالب کے ص
۴۵۴ پر نقل کیا ہے ناچیز مؤلف کے پاس یہ کتاب مصر کی مطبوعہ
موجود ہے یہ کتاب ۱۳۲۱ ہجری میں چھپی ہے اور اس کے
مرتب علامہ شیخ عبدالواحد مصری اور محشی علامہ محمد ابن احمد ہیں

-

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ماء اللحم بنانے اور موسمیات
کے متعلق جو افادہ فرمایا ہے اس کا ذکر کتابوں میں موجود ہے
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (دمعہ ساکبہ وغیرہ)۔

مامون رشید عباسی اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت
 یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ غیر معصوم ارباب اقتدار ہوس
 حکمرانی میں کسی قسم کا صرفہ نہیں کرتے اگر حصول حکومت
 یا تحفظ حکمرانی میں باپ بیٹے، ماں بیٹی یا مقدس سے مقدس
 ترین ہستیوں کو بھینٹ چڑھا دے، تو وہ اس کی پرواہ نہیں
 کیا کرتے اسی بناء پر عرب میں مثل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ
 الملک عقیم، علامہ وحید الزمان حیدر آبادی لکھتے ہیں کہ الملک
 عقیم بادشاہت بانجھ ہے یعنی بادشاہت حاصل کرنے کے لیے
 باپ بیٹے کی پرواہ نہیں کرتا بیٹا باپ کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ ایسا بھی
 ہو جاتا ہے کہ بیٹا باپ کو مار کر خود بادشاہ بن جاتا ہے (انوار اللغۃ
 پارہ ۸ ص ۱۷۳)۔

اب اس ہوس حکمرانی میں کسی مذہب اور عقیدہ کا سوال نہیں
 ہر وہ شخص جو اقتدار کا بھوکا ہو گا وہ اس قسم کی حرکتیں کرے گا۔

مثال کے لیے اسلامی تواریخ کی روشنی میں حضور رسول کریم
 کی وفات کے فوراً بعد کے واقعات کو دیکھیے جناب سیدہ کے
 مصائب و آلام اور وجہ شہادت پر غور کیجیے امام حسن کے ساتھ
 برتاؤ پر غور فرمائیے، واقعہ کربلا اور شہادت کے واقعات کو ملاحظہ
 کیجیے ان امور سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ حکمرانی کے لیے
 کیا کیا مظالم کیے جاسکتے ہیں اور کیسی کیسی ہستیوں کی جانیں لی
 جاسکتی ہیں اور کیا کچھ کیا جاسکتا ہے تواریخ میں موجود ہے کہ
 مامون رشید عباسی کی دادی نے اپنے بیٹے خلیفہ ہادی کو ۲۶ سال
 کی عمر میں زہر دلو کر مار دیا مامون رشید کے باپ ہارون
 رشید نے اپنے وزیروں کے خاندان کو تباہ و برباد کر دیا (المامون
 ص ۲۰)۔

مروان کی بیوی نے اپنے خاوند کو بستر خواب پر دو تکیوں سے
 گلا گھسٹوا کر مروادیا ولید بن عبد الملک نے فرزند رسول امام زین

العابدین کو زہر سے شہید کیا ہشام بن عبد الملک نے امام
محمد باقر کو زہر سے شہید کیا امام جعفر صادق کو منصور دوانقی نے
زہر سے شہید کیا امام موسیٰ کاظم کو ہارون رشید نے زہر سے
شہید کیا امام علی رضا علیہ السلام کو مامون عباسی نے زہر دیے
کر شہید کیا امام محمد تقی کو معتصم باللہ نے ام الفضل بنت مامون
کے ذریعہ سے زہر دلوایا امام علی نقی کو معتمد عباسی نے زہر سے
شہید کیا اسی طرح امام حسن عسکری کو بھی زہر سے شہید کیا گیا
غرضیکہ حکومت کے سلسلے میں یہ سب کچھ ہوتا رہتا ہے اور نگ
زیب کو دیکھیے اس نے اپنے بھائی کو قتل کراد اور اپنے باپ
کو سلطنت سے محروم کر کے قید کر دیا تھا اسی نے شہید ثالث
حضرت نور اللہ شوشتری (آگرہ) کی زبان گدی سے کھجوائی تھی
بہر حال جس طرح سب کے ساتھ ہوتا رہا حضرت امام رضا علیہ
السلام کے ساتھ بھی ہوا۔

تاریخ شہادت

حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت ۲۳/ذی قعدہ ۲۰۳ ہجری مطابق ۸۱۸ء یوم جمعہ کو بمقام طوس واقع ہوئی ہے (جلاء العیون ص ۲۸۰، انور النعمانیہ ص ۱۲۷، جنات الخلود ص ۳۱)۔ آپ کے پاس اس وقت عزاء واقربا اولاد وغیرہ میں سے کوئی نہ تھا ایک تو آپ خود مدینہ سے غریب الوطن ہو کر آئے دوسرے یہ کہ دارالسلطنت مرو میں بھی آپ نے وفات پائی بلکہ آپ سفر کی حالت میں بعالم غربت فوت ہوئے اسی لیے آپ کو غریب الغرباء کہتے ہیں۔

واقعہ شہادت کے متعلق مورخین نے لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ”فما یقتلنی واللہ غیرہ“ خدا کی قسم مجھے مامون کے سوا کوئی اور قتل نہیں کرے گا اور میں

صبر کرنے پر مجبور ہوں (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۷۱)۔ علامہ
شبلینجی لکھتے ہیں کہ ہرثمہ بن اعین سے آپ نے اپنی وفات کی
تفصیل بتلائی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ انگور اور انار میں مجھے
زہر دیا جائے گا (نور الابصار ص ۱۴۴)۔

علامہ معاصر لکھتے ہیں کہ ایک روز مامون نے حضرت امام
رضاعلیہ السلام کو اپنے گلے سے لگایا اور پاس بٹھا کر ان کی خدمت
میں بہترین انگوروں کا ایک طبق رکھا اور اس میں سے ایک
خوشا اٹھا کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا ابن رسول
اللہ یہ انگور نہایت ہی عمدہ ہیں تناول فرمائیے آپ نے یہ کہتے
ہوئے انکار فرمایا کہ جنت کے انگور اس سے بہتر ہیں اس نے
شدید اصرار کیا اور آپ نے اس میں سے تین دانے کھالیے یہ
انگور کے دانے زہر آلود تھے انگور کھانے کے بعد آپ اٹھ کھڑے
ہوئے، مامون نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں آپ نے ارشاد

فرمایا جہاں تو نے بھیجا ہے وہاں جا رہا ہوں قیام گاہ پر پہنچنے کے بعد
آپ تین دن تک تڑپتے رہے بالآخر انتقال فرما گئے (تاریخ آئمہ
ص ۲۷۶)۔

انتقال کے بعد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام باعجاز تشریف
لائے اور نماز جنازہ پڑھائی اور آپ واپس چلے گئے بادشاہ نے بڑی
کوشش کی کہ آپ سے ملے مگر نہ مل سکا (مطالب السؤل ص
۲۸۸) اس کے بعد آپ کو بمقام طوس محلہ سنا باد میں دفن
کر دیا گیا جو آج کل مشہد مقدس کے نام سے مشہور ہے
اور اطراف عالم کے عقیدت مندوں کے حوارج کامرکز ہے۔

شہادت امام رضا کے موقع پر امام محمد تقی کا خراسان پہنچنا
ابو مخنف کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کو
خراسان میں زہر دیدیا اور آپ بستر علالت پر کروٹیں لینے لگے

، تو خداوند عالم نے امام محمد تقی کو وہاں بھیجنے کا بندوبست کیا چنانچہ
 امام محمد تقی جب کہ مسجد مدینہ میں مشغول عبادت تھے ایک
 ہاتف غیبی نے آواز دی کہ ”اگر می خواہی پدر خود را زندہ دریابی
 قدم در راه نہ ” اگر آپ اپنے والد بزرگوار سے ان کی زندگی میں
 ملنا چاہتے ہیں تو فوراً خراسان کے لیے روانہ ہو جائیں یہ
 آواز سننا تھا کہ آپ مسجد سے برآمد ہو کر داخل خانہ ہوئے
 اور آپ نے اپنے اعزاء و اقربا کو شہادت پدر سے آگاہ کیا، گھر میں
 کہرام برپا ہو گیا اس کے بعد آپ وہاں سے روانہ ہو کر ایک ساعت
 میں خراسان پہنچے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ دربان نے دروازہ
 بند کر رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو میں اپنے
 پدر بزرگوار کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں آپ کی آواز سنتے ہی
 امام علیہ السلام خود اپنے بستر سے اٹھے اور دروازہ کھول کر امام
 محمد تقی کو اپنے گلے سے لگالیا اور بے پناہ گریہ کیا امام محمد تقی

پدر بزرگوار کی بے بسی، بے کسی اور غربت پر آنسو بہانے لگے
پھر امام علیہ السلام تبرکات امامت فرزند کے سپرد کر کے راہی
ملک بقا ہو گئے ”انا للہ وانا الیہ راجعون“۔ (کنز الانساب ص ۹۵)۔
علامہ شیخ عباس قمی بحوالہ اعلام الوری تحریر فرماتے ہیں کہ
حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو جو نہی خبر شہادت ملی، خراسان
تشریف لے گئے اور اپنے والد بزرگوار کو دفن کر کے ایک
ساعت میں واپس آئے اور یہاں پہنچ کر لوگوں کو حکم دیا کہ امام
علیہ السلام کا ماتم کریں (منتہی الآمال جلد ۲ ص ۳۱۲)۔

